فرمانِ باری تعالیٰ

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں،
بیٹیوں اور مسلمان خواتین
سے فرما دیں کہ اپنی چادروں
کا پلّو (چہرے پر) لٹکا لیا کریں۔ (الاحزاب آیت 59)

چہرے کا پردہ

حافظ انجینیر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

شعبہ مطبوعات
انجمن خدام القرآن سندھ کراچی رجسٹرڈ

چہرے کا پردہ

حافظ انجینیر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

شعبہ مطبوعات
انجمن خدام القرآن سندھ کراچی رجسٹرڈ

نام کتاب	:	چہرے کا پردہ
مؤلف	:	حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	:	مدیر مطبوعات، انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی مرکزی دفتر: B-375 علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ روڈ بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی فون: +92-21-34993436-7
مقام اشاعت	:	شعبۂ مطبوعات، قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، شارع قرآن اکیڈمی' بلاک 9 'فیڈرل بی ایریا، کراچی فون: +92-21-36806561
ای میل	:	Publications@QuranAcademy.com
ویب سائٹ	:	www.QuranAcademy.com
طبع اوّل تا پنجم	:	6000
طبع ششم	:	ذی الحجہ 1439ھ ستمبر 2018ء
تعداد	:	1100
ہدیہ	:	150 روپے

ملک بھر میں قرآن اکیڈمیز و مراکز

Karachi:
Quran Academy Defence 021-35340022-4
Quran Academy Yaseenabad 021-36337361 - 36806561
Quran Academy Korangi 021-35074664
Quran Institute Gulistan-e-Johar 021-34030119

Hyderabad:
Quran Academy Qasimabad 022-2106187
Quran Institute latifabad 022-3860489

Sukkur:
Quran Markaz Sukkur 071-5807281

Quetta:
Quran Academy Quetta 081-2842969

Jhang:
Quran Academy Jhang 047-7630861 - 7630863

Faisalabad:
Quran Academy Faisalabad 041-2437618

Lahore:
Quran Academy Lahore 042-35869501-3

Multan:
Quran Academy Multan 061-6510451 - 6520451

Islamabad:
Quran Academy Islamabad 051-2605725

Gujranwala:
Quran Markaz Gujranwala 055-3891695 - 0334-4600937

Peshawar:
Quran Markaz Peshawar 091-2584824 - 2019541

Malakand:
Quran Markaz Temargara 0945-601337

Azad Kashmir:
Quran Markaz Muzaffarabad 0982-2447221

عرض ناشر

الحمدللہ! کتاب ''چہرے کا پردہ'' کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کا بارھواں ایڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں اس کتاب کو نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ بیرون پاکستان بھی غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔شرم وحیا کی اقدار سے عوام الناس کو آگاہ کرنا ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اور اس تقاضے کی اہمیت اس وقت اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے جب ہمارے ذرائع ابلاغ فحاشی اور عریانی کو فروغ دینے میں مصروف ہوں۔آج آزاد خیالی کے تصور کے ساتھ جس طرح ٹی وی کے مختلف چینلز، ہوڈنگز اور تشہیر کے دیگر ذرائع سے بے حیائی کو جس طرح فروغ دیا جارہا ہے شاید ماضی میں اس کی مثال نہ مل سکے۔

انجمن خدام القرآن سندھ کراچی جو اشاعت علوم اسلامیہ کے لیے سرگرم عمل ہے اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اسے دیدہ زیب اور بہترین طباعت کے ساتھ پیش کررہا ہے۔امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے اور اس کو زیادہ سے زیادہ بندگان خدا تک پہنچانے کی سعی میں ہمارا ساتھ دیں گے۔اللہ ہماری اور آپ کی اس سعی کو قبول فرمائے اور ہمارے مدد فرمائے۔(آمین)

30 مئی 2012 — صدر انجمن خدام القرآن، سندھ کراچی

انتساب

ان باہمت خواتین کے نام جو بڑی استقامت سے
مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کا مقابلہ کرتے ہوئے
گھر کے اندر اور باہر شرعی پردے کا اہتمام کر رہی
ہیں اور اس کی ترویج کے لیے ہمہ تن کوشش میں
مصروفِ عمل ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

پیشِ لفظ طبعِ اول		9
پیشِ لفظ طبعِ ثانی		12
تقریظ	زین العابدین جواد	13
شرعی پردہ۔۔۔قرآن وحدیث کی روشنی میں	ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ	15
پردے کی مخالفت	مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ	35
اسلام میں پردے کا حکم	عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ	37
چہرے کا پردہ دلائل کی روشنی میں	محمد صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ	40
پردہ اور اسلام	مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	52
التماس بخدمت برادرانِ وطن متعلق مسئلۂ حجاب	مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ	65
چہرے کا پردہ	مولانا نعیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ	71
عورتیں اور کھلے چہرے کے ساتھ اقامتِ دین کا کام	مولانا نعیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ	77
علامہ اقبال اور پردۂ نسواں	سید عبدالعزیز بخاری	80
گھروں میں شرعی پردے کا اہتمام	چوہدری رحمت اللہ بٹر	89
عورت کا دائرہ کار اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	پروفیسر محمد یونس جنجوعہ	92

چہرے کا پردہ قرآن حکیم کی روشنی میں	رفیق چوہدری	97
چہرے کے پردے کی حکمت	رفیق چوہدری	103
قرآن حکیم میں عصمت وعفت کی حفاظت کے لیےاشارے	ڈاکٹر احمد افضال	106
کیا حجاب کا حکم صرف ازواجِ مطہراتؓ کے لیے ہے؟	حافظ خالد محمود خضر	108
کیا چہرے کا پردہ برّعظیم پاک وہند کے مولویوں کی ایجاد ہے؟	حافظ خالد محمود خضر	112
معاشرے کی ترقی میں باپردہ خاتون کا کردار	مرزا مظہر علی ادیب	114
دل کا پردہ: ایک مغالطہ آمیز اصطلاح	مرزا مظہر علی ادیب	121
پردہ: نفسیات کی روشنی میں	مرزا مظہر علی ادیب	126
قصوروار کون۔۔۔لڑکی یا والدین؟	مرزا مظہر علی ادیب	131
غیرت وحمیت دینی	مرزا مظہر علی ادیب	133
کیا پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟	پروین رضوی	135
اسلام عورتوں کا سب سے بڑا محسن ہے!	ثریا بتول علوی	142
شرعی پردے کے لیے ایک قابل تقلید مثال	ایک دینی بہن	143

پیشِ لفظ (طبعِ اوّل)

نبی اکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ ''ایمان اور حیا ساتھ ساتھ رہتے ہیں''۔ جب ان میں سے کوئی ایک اٹھالیا جائے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔ گویا بے حیائی ایمان کی ضد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف رحمٰن کے بندے ایمان کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف شیطان کے ساتھی بے حیائی کا پرچار کر رہے ہوتے ہیں۔

اس وقت شیطان کی سب سے بڑی آلۂ کار، مادر پدر آزاد مغربی تہذیب ہے۔ سابق سوویت یونین کے حصے بخرے ہونے کے بعد اس تہذیب کا براہ راست ٹکراؤ اسلامی تہذیب کے ساتھ ہے۔ یہ اپنے تمام وسائل و ذرائع بروئے کار لاتے ہوئے عالمِ اسلام سے شرم و حیا کی اعلیٰ اقدار کو مٹانے پر تلی ہوئی ہے۔ ایک سچی مسلمان عورت گود ہی میں اپنے بچے کے دل میں اسلام اور اسلامی روایات سے گہری محبت کوٹ کوٹ کر بھرتی رہتی ہے۔ اسی لیے مغربی تہذیب کے علم بردار حقوقِ نسواں اور مساواتِ مرد و زن کے خوشنما لیکن پُرفریب نعروں کے ذریعے مسلمان خواتین کو گھر کی چہار دیواری سے باہر نکالنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمان بچوں کو دینی تربیت سے محروم کر دیا جائے اور خاندان کے ادارے کو تباہ کر دیا جائے۔

ان حالات میں ''مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے'' کے مصداق زیادہ افسوس ان مسلمان حضرات و خواتین پر ہوتا ہے جو بے حیائی کے شیطانی کام میں نہ صرف مغربی تہذیب کے ہمنوا بلکہ اس سے دو چار قدم آگے ہیں۔ ایک طرف وہ نام نہاد دانشور ہیں جو بے پردگی کے حق میں نت نئے دلائل فراہم کرتے رہتے ہیں، دوسری طرف قوم کے وہ خود ساختہ بہی خواہ ہیں جو ثقافت، فیشن، روشن خیالی کے عنوانات کا سہارا لے کر فینسی ڈریس شو، فیشن شو، فیشن پریڈ اور مختلف بہانوں سے مخلوط تقاریب اور واکس (Walks) کا اہتمام کر کے جھوٹی تفریح مہیا کرنے کا سامان کیا کرتے ہیں، تیسری طرف وہ رائٹرز، پروڈیوسرز، اسٹارز اور ہیروز ہیں جو ڈراموں، فلموں، ناچ اور گانوں کے حیا سوز پروگراموں کی تیاری اور پیش کش میں حصہ لے کر شرم و حیاء کی تمام روایات کا جنازہ نکال رہے ہیں اور چوتھی طرف عام مسلمان ہیں جنہوں نے ڈش انٹینا، ٹیلی

ویڑن، وی سی آر اور بے ہودہ مضامین وتصاویر والے رسائل وجرائد کے ذریعے اپنے گھروں کو بے حیائی کی اشاعت کے مراکز میں بدل دیا ہے۔اس سب کے نتیجے میں ایک مسلمان بہن اور بیٹی کی چادر پہلے دوپٹہ میں تبدیل ہوئی اوراب محض گلے میں ڈالی ہوئی رسی دکھائی دیتی ہےاور وہ نیم عریاں لباس میں برسرِ عام دعوتِ نظارہ دیتی نظر آتی ہے۔بقول اکبرالہ آبادی مرحوم:

میں نے دیکھا ہے کہ فیشن میں الجھ کر اکثر
تم نے اسلاف کی عزت کے کفن بیچ دیے

نئی تہذیب کی بے روح بہاروں کے عوض
اپنی تہذیب کے شاداب چمن بیچ دیے

سورۃ النور کی آیت ۱۹ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ

''بلاشبہ جولوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فحاشی پھیلے،
ان کے لیے دنیاوآخرت میں دردناک عذاب ہے''۔

آج امتِ مسلمہ پوری دنیا میں ذلت ورسوائی سے دوچار ہےاور اگر طرزِ عمل یہی رہا تو آخرت میں بھی دردناک عذاب میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے۔گویا ہم نے اپنے ہاتھوں اور اپنی کمائی سے خودتباہی کا سامان فراہم کررکھا ہے۔خیر اسی میں ہے کہ:

وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ {النور: 31}

''اے مومنو!تم سب مل کر اللہ کی جناب میں توبہ کرو توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے''

بے حیائی کے بڑھتے ہوئے طوفان کا راستہ روکنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر صاحبِ غیرت مسلمان اپنی اپنی صلاحیت اور وسائل کے مطابق کوشش کرے۔اس سلسلہ میں ایک بڑی مبارک کوشش صاحبِ قلم حضرات وخواتین ، ماہنامہ میثاق اور ماہنامہ حکمتِ قرآن میں ،مضامین کی اشاعت کے ذریعہ سے کرتے رہے ہیں۔ان مضامین میں چہرے کے پردے کے حوالے سے

بڑی گراں قدر تحریریں شامل ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں، ان میں سے چند تحریروں کو یکجا کر دیا گیا ہے تا کہ ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے۔ ان شاء اللہ! یہ کتاب ان حضرات وخواتین کے لیے خاص طور پر مفید ہوگی جو برائی اور بے حیائی کے خلاف دیوانہ وار جہاد کرتے ہوئے ایک پاکیزہ اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

قارئین سے التماس ہے کہ اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں شریک تمام حضرات کے حق میں دعائے خیر فرمائیں اور اس کتاب کو مزید بہتر بنانے کے لیے ہمیں اپنے قیمتی مشوروں اور تجاویز سے ضرور آگاہ فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں ان سے استفادہ کیا جا سکے۔

جَزَاکُمُ اللہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ! آمین

حافظ انجینیر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

۲۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء

پیش لفظ (طبع ثانی)

''چہرے کا پردہ'' کا پہلا ایڈیشن نومبر ۲۰۰۰ء کے اواخر میں شائع ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپریل ۲۰۰۱ء تک یہ ایڈیشن ختم ہوگیا اور اب دوسرا ایڈیشن شائع کیا جارہا ہے۔

اس ایڈیشن میں دو مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک مضمون سعودی عرب کے مفتیٔ اعظم جناب عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور دوسرا مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب ہے جو انھوں نے پانی پت کے معززین کے نام تحریر کیا تھا۔

حزب الشیطان بڑی ڈھٹائی سے بے حیائی اور بے پردگی کو فروغ دینے کا مکروہ عمل جاری رکھے ہوئے ہے اور حزب اللہ بڑی استقامت سے ہر سطح پر اس کا مقابلہ کرتی رہی ہے بقول اقبال :

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرار بولہبی

البتہ قاہرہ کانفرنس، بیجنگ کانفرنس اور بیجنگ پلس 5 کانفرنس کے بعد مسلمان ممالک میں بے حیائی کی اشاعت کا سلسلہ تیز تر کردیا گیا ہے۔ ان کانفرنسوں کے مذموم مقاصد یہ ہیں کہ مسلمان ممالک میں عورتوں کے حقوق اور مساواتِ مرد و زن کے نام پر خواتین کو گھروں سے باہر نکالا جائے تاکہ خاندان کے نظام کو تباہ کردیا جائے۔ ایسے میں ہم تمام حضرات و خواتین کا فرض ہے کہ پوری سرگرمی سے ان شیطانی مقاصد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور عصمت و عفت اور شرم و حیاء کی اقدار کی حفاظت و ترویج کے لیے تن، من، دھن کی بازی لگادیں تاکہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ہمارا نام بھی حزب اللہ میں شامل فرماوے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں اس کتاب کی اشاعت کو قبول فرما کر ہماری بخشش کا ذریعہ بنادے۔ آمین!

حافظ انجینیر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

۱۶رمئی ۲۰۰۱ء

تقریظ

انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی کے لیے یہ ایک بڑے اعزاز کی بات ہے کہ اسے اسلام کے سماجی نظام کے ایک اہم جزو یعنی ''چہرے کا پردہ'' کے موضوع پر ماہنامہ میثاق اور حکمتِ قرآن میں پچھلے بیس سال میں شائع ہونے والی تحریریں یکجا کر کے کتابی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

چہرے کے پردے پر بدقسمتی سے جو نقب ہمارے روشن خیال مغرب زدہ بلکہ مغربی فکر سے ڈسے ہوئے افراد نے قرآنِ حکیم اور احادیث مبارکہ کی نئی نئی تاویلات کر کے لگائی ہے، اس کا سدباب کرنا موجودہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ مغرب سے اس وقت عریانی و فحاشی کا جو سیلاب آ رہا ہے، اس کے آگے بند باندھنے کی جتنی ضرورت آج ہے پہلے کبھی نہیں تھی۔ مساواتِ مرد و زن، آزادی اور انسانی حقوق کی آڑ میں اسلام کے سماجی نظام کو جس طرح ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس کے آگے ایک مضبوط چٹان کی طرح ڈٹے رہنے کی ضرورت جتنی آج ہے کبھی نہ تھی۔ البتہ یہ کام علی وجہ البصیرت قرآنِ حکیم اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ہونا چاہیے، جس کی ایک ادنیٰ سی کوشش اس کتاب میں کی گئی ہے۔

چہرے کے پردے کے حوالے سے اوّلین نقب بدقسمتی سے عرب ممالک خصوصاً شام اور مصر کے علماء نے لگائی، جو مغربی استعمار کا اوّلین نشانہ تھے۔ مغربی تہذیب سے مرعوب ہو کر اُن دینی روایات میں شکوک پیدا کرنے کی کوشش کی گئی جو مسلسل 1400 سال سے بغیر کسی قابلِ ذکر اختلاف کے چل رہی تھیں۔ اس سلسلے میں یہاں تک جسارت کی گئی کہ ''خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں'' کے مصداق آیاتِ قرآنی کی سلف صالحین کی تفاسیر سے جدا بالکل ایک نئی تعبیر کر دی گئی۔ نتیجۃً آج مسلمان قومیں اپنی وضع قطع میں وہ نقشہ پیش کر رہی ہیں جس کو اقبال نے یوں بیان کیا تھا:

وضع میں تم ہو نصاری تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

امید ہے کہ یہ کتاب ان تمام مغالطوں کو دفع کرنے کا باعث بنے گی جو مسلمان خواتین کے ذہن میں چہرے کے پردے کے حوالے سے پیدا کر دیے گئے ہیں اور انھیں شرعی پردہ اختیار کرنے کی طرف راغب کرنے میں مُمِدّ و معاون ثابت ہوگی۔

زین العابدین جوّاد
سابق صدر
انجمن خدّام القرآن سندھ کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

شرعی پردہ --- قرآن وحدیث کی روشنی میں

شرعی پردہ دراصل دو پردوں پر مشتمل ہے۔ایک ہے گھر کے اندر کا پردہ جس کے بارے میں احکامات سورۃ النور میں بیان ہوئے ہیں۔ان احکامات کو''احکاماتِ ستر'' کہا جاتا ہے۔دوسرا ہے گھر کے باہر کا پردہ جس کے بارے میں احکامات سورۃ الاحزاب میں وارد ہوئے ہیں اور یہ احکامات ''احکاماتِ حجاب'' کہلاتے ہیں۔

ستر وحجاب میں فرق

پردے کے حوالے سے اکثر لوگ ستر اور حجاب میں کوئی فرق نہیں کرتے حالانکہ شریعتِ اسلامیہ میں ان دونوں کے احکامات الگ الگ ہیں۔ستر جسم کا وہ حصہ ہے جس کا ہر حال میں دوسروں سے چھپانا فرض ہے ماسوائے زوجین کے،یعنی خاوند اور بیوی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر ہاتھ پاؤں اور چہرے کی ٹکیہ کے علاوہ پورا جسم ہے۔ایک دوسری روایت کے مطابق عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے چہرے اور ہاتھ کے۔ البتہ عورت کے لیے عورت کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔معمول کے حالات میں ایک عورت ستر کا کوئی بھی حصہ اپنے شوہر کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں کھول سکتی۔ستر کا یہ پردہ ان افراد سے ہے جن کو شریعت نے ''محرم'' قرار دیا ہے۔ان محرم افراد کی فہرست سورۃ النور آیت ۳۱ میں موجود ہے۔ستر کے تمام احکامات سورۃ النور میں بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیلات احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مل جاتی ہیں۔گھر کے اندر عورت کے لیے پردے کی یہی صورت ہے۔

البتہ حجاب عورت کا وہ پردہ ہے جسے گھر سے باہر کسی ضرورت کے لیے نکلتے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔اس صورت میں شریعت کے وہ احکامات ہیں جو اجنبی مردوں سے عورت کے پردے سے متعلق ہیں۔حجاب کے یہ احکامات سورۃ الاحزاب میں بیان ہوئے ہیں۔ان کا مفہوم یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلتے وقت عورت جلباب یعنی بڑی چادر (یا برقع) اوڑھے گی تاکہ اس کا پورا جسم ڈھک جائے اور چہرے پر بھی نقاب ڈالے گی تاکہ سوائے آنکھ کے چہرہ بھی چھپ جائے۔گویا حجاب یہ ہے کہ عورت سوائے آنکھ کے باقی پورا جسم چھپائے گی۔

گھر کے اندر کا پردہ --- ''احکاماتِ ستر''

1- کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت

اجازت طلب کی جائے:

سورۃ النور آیت ۲۷ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○

''اے ایمان والو دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اپنی پہچان نہ کرا لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج دو یہی تمہارے لیے بہتر ہے شاید کہ تم یاد رکھو''

اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ اچانک اور بلا اطلاع کسی کے گھر میں داخل نہ ہو جایا کرو۔ اسلام سے پہلے عرب میں رواج تھا کہ لوگ بے تکلف دوسروں کے گھر میں داخل ہو جاتے اور بسا اوقات اہلِ خانہ اور خواتین کو ایسی حالت میں دیکھ لیتے جس میں دیکھنا خلافِ تہذیب ہے۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ لوگوں کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک یہ معلوم نہ کر لو کہ تمہارا آنا صاحبِ خانہ کے لیے ناگوار تو نہیں ہے۔ داخل ہونے سے پہلے سلام کر کے اجازت لے لیا کرو۔ اجازت لینے کے لیے مسنون طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ مناسب وقفوں سے بآوازِ بلند سلام کیا جائے یا دستک دی جائے۔ اگر جواب نہ ملے یا کہا جائے کہ ''چلے جاؤ'' تو دروازے پر جم جانا درست نہیں ہے بلکہ بُرا مانے بغیر لوٹ جانا چاہیے۔ اسی طرح اس سورت کی آیت ۵۸ میں حکم ہے کہ نمازِ فجر سے قبل، نمازِ ظہر کے بعد اور نمازِ عشاء کے بعد یعنی ایسے اوقات میں جب عام طور پر شوہر اور بیوی خلوت میں ہوتے ہیں، ملازم اور بچے وغیرہ بلا اجازت کمروں میں داخل نہ ہوا کریں۔ ان امور کی مزید وضاحت حسبِ ذیل احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے:

۱- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا قاعدہ یہ تھا کہ جب کسی کے ہاں تشریف لے جاتے تو دروازے

کے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے کیوں کہ اُس زمانے میں دروازوں پر پردے نہ لٹکائے جاتے تھے۔ آپ دروازے کے بائیں یا دائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب فرمایا کرتے۔ (ابوداؤد)

(فقہاء نے نابینا کے لیے بھی اجازت مانگنا لازم قرار دیا ہے تاکہ گھر والوں کی باتیں سننے کا احتمال نہ ہو)

۲- اجازت لینے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ پکارنے کی حد مقرر کی اور فرمایا اگر تیسری بار پکارنے پر بھی جواب نہ آئے تو واپس ہو جاؤ۔ (متفق علیہ)

۳- حضرت ہزیل بن شرحبیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حاضر ہوا اور عین دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگنے لگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا یہ کیا معاملہ ہے؟ اجازت مانگنے کا حکم تو اس لیے ہے کہ نگاہ نہ پڑے۔ (ابوداؤد)

۴- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب نگاہ داخل ہو گئی تو پھر خود داخل ہونے کے لیے اجازت مانگنے کا کیا موقع رہا۔ (ابوداؤد)

۵- ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں آیا اور دروازے پر آ کر کہا أَأَلِجُ - کیا میں گھس آؤں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لونڈی روضہ سے فرمایا کہ یہ شخص اجازت مانگنے کا طریقہ نہیں جانتا، ذرا اٹھ کر اسے بتاؤ کہ یوں کہنا چاہیے السلام علیکم! أَأَدْخُلُ - کیا میں داخل ہو جاؤں؟ (ابوداؤد)

۶- حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ ایک کام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں گئے اور سلام کیے بغیر یوں ہی جا بیٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ باہر جاؤ اور السلام علیکم کہہ کر اندر آؤ۔ (ابوداؤد)

۷- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں گیا اور دروازے پر دستک دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ "میں ہوں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو تین مرتبہ فرمایا "میں ہوں! میں ہوں!" یعنی اس "میں ہوں" سے کوئی کیا سمجھے کہ تم کون ہو۔ (ابوداؤد)

اجازت لینے کا حکم اپنے گھر کی صورت میں بھی ہے

۱-ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت بھی اجازت طلب کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ اس نے کہا میرے سوا ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے' کیا ہر بار جب میں ان کے پاس جاؤں تو اجازت مانگوں؟ فرمایا کہ کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو عریاں دیکھے؟ (ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ)

۲-عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "اپنی ماں بہنوں کے پاس بھی جاؤ تو اجازت لے کر جاؤ "۔ ان کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب وہ گھر پر آتے تو ایسی آواز کرتے جس سے ان کی آمد کا علم ہو جاتا۔ (ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ)

2-نگاہ نیچی رکھنا

سورۃ النور آیت ۳۰ میں فرمایا گیا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

"اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔

اسی سورۃ کی آیت ۳۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

"اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔

نگاہوں کی حفاظت کا حکم گھر سے باہر بھی ہے تا کہ نامحرموں پر نگاہ نہ پڑے لیکن اصلاً یہ حکم گھر کے اندر کے لیے ہے کیوں کہ باہر چلتے ہوئے نگاہیں نیچی رکھنے سے کسی شے سے ٹکرانے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ گھر کے اندر اس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ محرم خواتین پر بھی نگاہ نہ ڈالی جائے۔ بلاشبہ محرم خواتین کے ساتھ ایک تقدس کا رشتہ ہے لیکن بہر حال بحیثیت جنسِ مخالف ہونے کے' مرد اور عورت میں ایک دوسرے کے لیے کشش ہے اور نگاہوں کی بے احتیاطی فتنہ کا سبب بن سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بدنظری ہی بدکاری کے راستے کی پہلی سیڑھی ہے۔ اسی وجہ سے اس آیت میں نظروں کی حفاظت کے حکم کو حفاظتِ فرج کے حکم پر مقدم رکھا گیا ہے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ مبارک میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان سے پردہ کرو''! وہ کہنے لگیں: ''کیا یہ نابینا نہیں ہیں''؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مگر تم تو نابینا نہیں ہو''۔ ہمارے معاملات آج اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ ہم نے نوجوان لڑکیوں کو مخلوط تعلیمی اداروں، دفاتر اور دیگر محافل میں غیر محرموں کے ساتھ آزادانہ میل جول کی اجازت دے رکھی ہے۔ بعض والدین کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی بچی پر اعتماد ہے۔ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نعوذ باللہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتماد نہیں تھا جن کی پاکیزگی کی گواہی خود رب العزت نے سورۃ النور کے دوسرے رکوع میں دی ہے۔ بدنظری کے نتیجے میں شیطان آنکھ کے راستے سے دل میں اتر جاتا ہے، پھر دونوں فریق ہم کلام ہوتے ہیں اور یوں بات آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔

نگاہوں کی حفاظت سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے چہرے کو نہ دیکھیں بلکہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ دوسروں کے ستر پر نگاہ نہ ڈالی جائے اور نہ ہی کسی قسم کے فحش مناظر یا تصاویر کو دیکھا جائے۔ اس حوالے سے مندرجہ ذیل احادیث سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے:

۱- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے علی رضی اللہ عنہ! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا۔ پہلی نگاہ (جو بلا ارادہ پڑ گئی) معاف ہے مگر دوسری نہیں''۔ (مسندِ احمد، ترمذی)

۲- حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا ''اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کروں۔ فرمایا فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کر لو''۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۳- ''جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حسن پر پڑے اور وہ نگاہ ہٹا لے تو اللہ اس کی عبادت میں لطف اور لذت پیدا کر دیتا ہے''۔ (مسند احمد)

۴- ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کی حفاظت کرے گا میں اس کے بدلے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔ (طبرانی)

نوٹ: کسی اجنبی عورت کو دیکھنے کی بعض صورتوں میں اجازت ہے، مثلاً:

☆ اگر ایک شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے کہ چوری چھپے اس پر ایک نظر ڈال سکتا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ نکاح کا پیغام بھجوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے لڑکی کو دیکھا ہے؟ انھوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا! اسے دیکھ لو اس طرح زیادہ توقع کی جاسکتی ہے کہ تمہارے درمیان موافقت ہوگی۔

☆ عدالتی کارروائی یا گواہی کے لیے قاضی کا کسی عورت کو دیکھنا۔

☆ تفتیشِ جرم کے لیے پولیس کا کسی عورت کو دیکھنا۔

☆ علاج کے لیے طبیب کا مریضہ کو دیکھنا۔

ایک اہم نکتہ

نگاہ نیچی رکھنے کا حکم عورتوں کے لیے بھی ہے اور مردوں کے لیے بھی۔ لیکن عورتوں کے مردوں کو دیکھنے کے بارے میں سختی کم ہے۔ جس مرد سے عورت کا براہِ راست رابطہ (Contact) کا امکان ہے اسے دیکھنا تو منع ہے البتہ جس مرد سے رابطہ کا امکان نہیں اسے کسی ضرورت اور مقصد کے تحت دیکھا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گھر سے باہر نکلنے پر عورتوں کے لیے تو چہرے کا پردہ ہے لیکن مردوں کے لیے نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ۷ھ میں حبشیوں کا ایک وفد مدینے آیا اور اس نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تماشہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ تماشہ دکھایا (بخاری، مسلم، مسندِ احمد)۔ اسی نکتہ کے تحت اگر براہِ راست رابطہ کا امکان نہ ہو تو خواتین مردوں سے دینی و جدید تعلیم سیکھ سکتی ہیں۔

دوسروں کے ستر پر نگاہ نہ ڈالنے کی تاکید ذیل کی احادیث میں بیان ہوئی ہے:

۱- ''کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو نہ دیکھے''۔

(مسندِ احمد، مسلم، ابوداؤد)

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کسی زندہ یا مردہ انسان کی ران پر نگاہ نہ ڈالو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

3-ستر کی حفاظت کرنا

سورۃ النور آیات ۳۰ اور ۳۱ میں مردوں اور عورتوں دونوں کو تلقین کی گئی کہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ شرمگاہوں کی حفاظت کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خود کو جنسی بے راہروی اور زنا سے بچا کر اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کریں اور دوسرے یہ کہ وہ اپنا ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں۔ اس کی وضاحت ذیل کی احادیث سے ہوتی ہے:

۱- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ستر کو اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھو۔ سائل نے پوچھا: جب ہم تنہائی میں ہوں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے سامنے آئیں اور وہ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء رضی اللہ عنہا: جب عورت بالغ ہو جائے تو جائز نہیں ہے کہ منہ اور ہاتھ کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔ (ابوداؤد)

۳- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی برہنہ رہیں"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حدیث کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے نہ پہناؤ جو جسم پر اس طرح چست ہوں کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہو جائے۔ (المبسوط)

۴- حفصہ بنتِ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ ایک باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو پھاڑ دیا اور ایک موٹی اوڑھنی ان پر ڈال دی۔ (موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ)

نوٹ: بحالتِ مجبوری یا بغرضِ علاج، طبیب کے سامنے ستر کھولا جا سکتا ہے۔

4-سینہ پر اوڑھنی ڈالنا

سورۃ النور آیت ۳۱ میں خواتین کو حکم دیا گیا:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

"اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈال لیں"۔

یعنی چادر سے اپنا گریبان چھپائے رکھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''جب سورۃ النور نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو سن کر لوگ اپنے گھروں کی طرف پلٹے اور جا کر انھوں نے اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہنوں کو اس کی آیات سنائیں۔ انصاری عورتوں میں سے کوئی ایسی نہ تھی جو آیت ''وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ'' کے الفاظ سن کر اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی ہو۔ ہر ایک اٹھی اور کسی نے اپنا کمر پٹہ کھول کر اور کسی نے چادر اٹھا کر فوراً اس کا دوپٹہ بنالیا اور اوڑھ لیا۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت جتنی عورتیں مسجد نبوی میں حاضر ہوئیں سب دوپٹے اوڑھے ہوئی تھیں''۔

(ابوداؤد)

5-عورتیں اپنی زیب وزینت مخفی رکھیں

سورۃ النور آیت ۳۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا

''اور عورتیں اپنی زیب وزینت کسی پر ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے جو از خود (بغیر ان کے اختیار کے) ظاہر ہو جائے''

یعنی عورتیں نامحرم مردوں کے سامنے اپنی زینت یعنی حسن اور بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اس زینت کے جو از خود ظاہر ہو یا ظاہر ہو جائے۔ قرآنِ حکیم میں اس کے لیے ''اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا'' یعنی ''سوائے اس زینت کے جو از خود ظاہر ہو جائے'' کے الفاظ آئے ہیں۔ یوں نہیں فرمایا گیا کہ ''اِلَّا مَا اَظْھَرْنَ مِنْھَا'' یعنی ''سوائے اس زینت کے جسے عورتیں خود ظاہر کریں''۔

زینت سے مراد جسم کے وہ حصے ہیں جن میں مرد کے لیے کشش ہے یا جہاں مختلف آرائشیں بناؤ سنگھار یا زیورات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں عورت نامحرم مردوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہیں کر سکتی، سوائے اس زینت کے جو از خود ظاہر ہو یا ظاہر ہو جائے مثلاً: عورت کی جسمانی ساخت یعنی قد کاٹھ، بیرونی لباس، چادر سر سے ڈھلک جائے یا ہاتھ پاؤں کی کسی زینت کا اظہار ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہے۔ آگے چل کر اسی آیت میں مزید وضاحت فرمادی گئی کہ:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ

''اور عورتیں اپنی زیب و زینت ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور شوہروں کے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی جان پہچان کی عورتوں اور اپنی کنیزوں و غلاموں کے نیز ان خدام کے جو عورتوں سے کوئی غرض نہیں رکھتے یا ایسے بچوں سے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے''۔

آیت کے اس حصے سے معلوم ہوا کہ عورت کو شوہر کے علاوہ ان رشتے داروں کے سامنے اظہارِ زینت کی اجازت ہے جو اس کے محرم ہیں یعنی جن سے نکاح حرام ہے۔ اس اجازت کی حکمت یہ ہے کہ گھر میں رہنے اور کام کاج کرنے میں کوئی تنگی اور دشواری نہ ہو۔ اس آیت میں ماموں اور چچا کا ذکر نہیں لیکن سورۃ النساء کی آیت ۲۳ میں ان کو بھی محرم رشتے داروں میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح دادا' نانا' پوتے' نواسے' سوتیلے اور رضائی رشتہ دار بھی محرموں میں شامل ہیں۔

اس آیت میں بیان شدہ محرم رشتہ داروں کی فہرست اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ عورت صرف اِنہی رشتے داروں کے سامنے اظہارِ زینت کرسکتی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مردوں کے سامنے وہ اپنی زینت اور خاص طور پر زینت کے مرکز یعنی چہرے کو ظاہر نہیں کرسکتی۔ اب جو لوگ نا محرم مردوں سے عورت کے چہرے کے پردے کے قائل نہیں ہیں کیا ان کے نزدیک اس آیت میں بیان شدہ محرم رشتے داروں کی فہرست کی کوئی اہمیت نہیں؟ کیا وہ تمام ہی مردوں کے سامنے عورت کے اظہارِ زینت کو جائز سمجھتے ہیں؟

ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ اس آیت میں بیان شدہ محرم رشتہ داروں کی فہرست میں شوہر کے والد کا ذکر بھی ہے اور شوہر کے بیٹے کا بھی لیکن شوہر کے بھائی کا ذکر نہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا دیور سے بھی پردہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَمُوُ مَوْتٌ دیور تو موت ہے!(بخاری، مسلم، مسندِ احمد)

اصل میں پردے کے احکامات کی حکمت ہی یہ ہے کہ اُن محرکات پر پابندیاں لگائی جائیں جن سے زنا کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک عورت کو سب سے زیادہ خطرہ اُن نامحرم رشتہ دار مردوں سے ہو سکتا ہے جو گھر میں موجود ہوں یا جن کا گھر میں آنا جانا آسان ہو۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیور یا جیٹھ کے بارے میں فرمایا کہ وہ تو بھابھی کے لیے موت ہیں۔

مزید برآں اس آیت میں فرمایا گیا کہ عورتوں کا صرف ایسی عورتوں سے پردہ نہیں ہے جو ''اپنی عورتیں'' ہوں یعنی وہ ایسی جانی پہچانی عورتیں ہوں جن کے باحیا اور نیک اطوار ہونے کا علم ہو۔ اجنبی عورتوں سے مسلم خواتین کا پردہ ہے کیوں کہ نہ جانے وہ کس سوچ اور اطوار کی ہوں اور اپنی گفتگو، اداؤں اور فیشن سے نہ جانے خواتین پر کیسے اثرات ڈال جائیں۔ اس حکم پر عمل کے حوالے سے ایک اہم واقعہ سر سید احمد خان کا ہے۔ ایک مرتبہ یوپی کے گورنر سر ولیم میور نے سر سید کے ہاں اپنی اہلیہ کو لانے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن سر سید نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ ہمارا دین ہماری عورتوں کو غیر عورتوں سے بھی پردے کا حکم دیتا ہے۔ بدقسمتی سے سر سید کے بہت سے پرستار پردے اور داڑھی کے معاملے میں سر سید کی تقلید نہیں کرتے۔

اس آیت میں البتہ یہ صراحت کر دی گئی ہے کہ اگر کسی عورت کی کنیز غیر قوم سے ہو تب بھی اس سے پردہ نہیں ہے۔ جہاں تک کسی عورت کا اپنے غلام سے پردے کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں دو آراء ہیں:

ایک رائے یہ ہے کہ غلام چاہے عورت کا اپنا مملوک ہی کیوں نہ ہو، پردے کے معاملہ میں اس کی حیثیت وہی ہے جو کسی آزاد اجنبی مرد کی ہے۔ اس کے لیے استدلال یہ ہے کہ غلام کے لیے اس کی مالکہ محرم نہیں ہے۔ اگر وہ آزاد ہو جائے تو اپنی اسی سابق مالکہ سے نکاح کر سکتا ہے۔ اس رائے کے حامل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ، طاؤس رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دوسری رائے یہ ہے کہ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ کے الفاظ عام ہیں، جو لونڈی اور غلام دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور اسے لونڈیوں کے لیے خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ لہٰذا ایک عورت کا اپنی لونڈی اور اپنے غلام دونوں سے پردہ نہیں ہے۔ یہ رائے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، بعض ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

مندرجہ بالا آراء میں سے اگر دوسری رائے کو بھی قبول کرلیا جائے تو بھی اسے آج کل کے گھریلو ملازمین سے پردہ نہ کرنے کے لیے دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام کی ایک خاص محکومانہ ذہنیت بن جاتی تھی اور وہ اپنی مالکہ سے اس قدر مرعوب اور فاصلہ پر ہوتا تھا کہ کوئی فعل بدتو کجا غلط نگاہ ڈالنے کا بھی تصور نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے برعکس آج کل کے گھریلو ملازمین کا رویہ بڑا آزادانہ اور بے باک ہوتا ہے کیوں کہ وہ جب چاہیں ملازمت سے علیحدہ ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف سے ایک خاتون کو اپنی ناموس کے حوالے سے اندیشہ ہوسکتا ہے۔

6 ۔مخلوط معاشرت کی ممانعت

سورۃ النور کی اس آیت میں محرم مردوں کے سامنے اظہارِ زینت کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے غیر محرم مردوں کے ساتھ مخلوط معاشرت کی ممانعت فرمادی ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ کسی عورت کے ساتھ ایسی خلوت میں نہ ہو جہاں کوئی محرم موجود نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ان دو کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے''۔(مسندِ احمد)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے سخت ناپسند فرمایا کہ مرد، نامحرم خواتین کو چھوئیں یا ان سے مصافحہ کریں۔ ایک متفق علیہ حدیث ہے کہ:

''یہ تو گوارا کیا جاسکتا ہے کہ آدمی کے سر میں لوہے کی کیل ٹھونک دی جائے لیکن یہ گوارا نہیں کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہ ہو''۔

چنانچہ نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیتے تو مصافحہ نہیں فرماتے تھے اور صرف زبانی اقرار کرواتے تھے''۔

اسلام میں مخلوط معاشرت کی جو ممانعت ہے اس کا سب سے نمایاں اظہار محفلِ نکاح میں ہوتا ہے۔ نکاح ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان ایسا پختہ معاہدہ ہے جو زندگی بھر کے لیے ہوتا ہے، لیکن اس معاہدے کے انعقاد کے وقت محفلِ نکاح میں معاہدے کے ایک اہم فریق یعنی دلہن کو آنے کی اجازت نہیں۔ قاضی کے سامنے دلہن کی طرف سے نمائندگی ایک وکیل اور دو گواہوں کے

ذریعہ ہوتی ہے۔ جو دانشور عورتوں کو ہر کام میں مردوں کے شانہ بشانہ شریک کرنے کی بات کرتے ہیں وہ محفلِ نکاح میں دلہن کی عدم شرکت کی کیا توجیہ پیش کریں گے؟

7-عورتیں اپنی مخفی زیب وزینت کو بھی چھپائیں

سورۃ النور آیت ۳۱ کے آخر میں فرمایا گیا:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْآ إِلَى اللهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O

''اور عورتیں اپنے پاؤں (اس طرح زمین پر) نہ ماریں کہ ان کی پوشیدہ زینت (زیور کی جھنکار) ظاہر ہو جائے اور مومنو! سب اللہ کے حضور توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیب وزینت کو صرف زیور کی جھنکار تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان تمام چیزوں سے منع فرمایا جو مرد کے جنسی احساسات کو مشتعل کرنے کا باعث ہوسکتی ہیں۔ اس حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسبِ ذیل ارشادات سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے:

۱- ''مردوں کے لیے وہ عطر مناسب ہے جس کی خوشبو نمایاں اور رنگ مخفی ہو اور عورتوں کے لیے وہ عطر مناسب ہے جس کا رنگ نمایاں اور خوشبو مخفی ہو''۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۲- ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں آنے سے منع نہ کرو مگر وہ خوشبو لگا کر نہ آئیں''۔

(ابوداؤد، مسندِ احمد)

۳- ''جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے''۔

(مسلم، موطا امام مالکؒ)

۴- ''جو عورت عطر لگا کر راستے سے گزرے تا کہ لوگ اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوں تو وہ ایسی ہے اور ایسی ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے سخت الفاظ ارشاد فرمائے۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۵- ایک عورت مسجد سے نکل کر جا رہی تھی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے

اور انھوں نے محسوس کیا کہ وہ خوشبو لگائے ہوئے ہے۔ انھوں نے اسے روک کر پوچھا ''اے خدائے جبار کی بندی! کیا تو مسجد سے آ رہی ہے؟'' اس نے کہا ہاں! بولے ''میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو عورت مسجد میں خوشبو لگا کر آئے اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک وہ گھر جا کر غسل جنابت نہ کرے''۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسندِ احمد)

۶- نماز میں اگر امام بھول جائے تو مردوں کو حکم ہے کہ ''سبحان اللہ'' کہیں مگر عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر امام کو متنبہ کریں۔

(بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

گھر سے باہر کا پردہ --- ''احکاماتِ حجاب''

سورۃ الاحزاب میں گھر سے باہر کے پردے کے بارے میں احکامات دیے گئے ہیں۔ ان احکامات کے تذکرے سے قبل ضروری ہے کہ ایک اشکال کا ازالہ کر دیا جائے۔ ان احکامات کے بیان میں خطاب نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ہے لیکن ان کا اطلاق تمام مومنات پر ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں یہ طرزِ تخاطب اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ مردوں کے لیے تو ہر اعتبار سے نمونہ رسول اللہ ﷺ ہیں لیکن خواتین کے لیے ان کے نسوانی پہلوؤں کے لحاظ سے نمونہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ یہاں اگرچہ براہِ راست خطاب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ہے لیکن ان کے واسطے سے پوری امت کی خواتین ان احکامات کی مخاطب ہیں۔

1- نامحرم سے بات کرتے ہوئے نرم لہجہ اختیار نہ کرنا

سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۲ میں حکم دیا گیا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو
(نامحرم) سے بات میں نرم انداز اختیار نہ کرو مبادا دل کی خرابی میں مبتلا کوئی
شخص (جنسی) لالچ میں پڑ جائے، بلکہ بات کرو کھری''۔

یعنی عورتوں کو اگر نامحرم مرد سے بات کرنا پڑے تو سیدھے سادے، کھرے اور کسی حد تک خشک لہجے میں گفتگو کی جائے، آواز میں کوئی شیرینی یا لہجے میں کسی قسم کی لگاوٹ نہ ہو، تاکہ سننے والا کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے۔

2-خواتین وقار کے ساتھ گھر پر رہیں اور بلاضرورت باہر نہ نکلیں

سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۳ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى

''اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو اور دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے زیادہ پسندیدہ طرز عمل یہی ہے کہ وہ گھر میں سکون اور وقار کے ساتھ رہے۔ دراصل اسلام میں مردوں کو ان امور کی انجام دہی سونپی گئی ہے جن کا تعلق گھر کے باہر سے ہے اور عورتوں کو ان امور کی جن کا تعلق گھر کے اندر سے ہے۔ مردوں اور عورتوں کے ان دائرہ ہائے کار کا تعین ان کے مزاج اور صلاحیتوں کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ یہ تعین کرنے والا خود خالقِ کائنات ہے جس کے علم اور جس کی حکمت پر کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ سورۃ الملک آیت ۱۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے''

مردوں اور عورتوں کی جسمانی اور ذہنی ساخت اور صلاحیتوں میں اختلاف بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ مرد کو مضبوط جسمانی اور دماغی اعصاب، جذبات سے زیادہ عقل سے کام لینے کی صلاحیت اور شدائد (جنگی یا کاروباری مصائب) کا مقابلہ کرنے والی فطرت عطا کی گئی ہے جبکہ عورت کو نرم مزاج، لطیف جذبات، شیرینی اور نزاکت دی گئی ہے۔ مرد کی فطرت میں شدت

، سخت گیری ، سرد مزاجی ، تحکّم اور مزاحمت ہے جبکہ عورت کی ساخت میں قدرتی طور پر جمنے اور ٹھہرنے کے بجائے جھکنے اور ڈھل جانے کی خاصیت ہے۔ مرد کی فطرت میں اقدام اور جسارت ہے جبکہ عورت کی فطرت گریز اور فرار سے عبارت ہے۔ درحقیقت دونوں صنفوں کی قوتوں اور صلاحیتوں پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ کس صنف کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

عورت اپنی رائے ، عقل ، مزاج اور ظاہری و باطنی ساخت کے لحاظ سے صاحبِ عقل مرد اور بے عقل بچے کے درمیان کی کڑی ہے۔ اگر فطری قانون میں بالغ اور بچے کے عمل کی حدود ، جدا جدا ہیں تو عورت اور مرد کے فرائض بھی یکساں نہیں ہوسکتے۔ اسی لیے اسلام نے مردوں اور عورتوں کے فرائض بالکل جدا اور علیحدہ طے کیے ہیں۔

یہ درست ہے کہ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو ذہنی اور عقلی صلاحیتوں کے اعتبار سے مردوں کی ہم پلہ ہوتی ہیں اور ایسے بھی مرد ہوتے ہیں جو جذبات کے اعتبار سے عورتوں جیسے ہوں مگر یاد رکھنا چاہیے کہ قانون اور ضابطے اکثریت کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ استثناء اپنا کلیہ نہیں بناتے بلکہ دوسرے کلیات کو ثابت کرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے اور سب کی کمزوریوں اور صلاحیتوں کو بھی جانتا ہے لہٰذا اس بات کا فیصلہ کرنے کا حق بھی اسی کو ہے کہ کس کا دائرۂ کار کیا ہو؟ ہمارا فرض تو یہ ہے کہ اس کے فیصلے کے سامنے سر جھکا دیں۔

اسلام نے ہماری اجتماعی زندگی کا حال مردوں کے حوالے کیا ہے اور مستقبل عورتوں کے حوالے۔ اسلام نے عورت پر جو فرائض عائد کیے ہیں وہ اس قدر اہم ہیں کہ انھیں غیر ضروری سمجھ کر ترک کردینا نہایت خطرناک غلطی ہے۔ عورت کے فرائض اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہیں کہ وہ اگر ان کی طرف کما حقہ، توجہ دے تو اسے کسی دوسری سرگرمی کی جانب دیکھنے کا وقت بھی نہ ملے۔ ملک کی ترقی کے لیے جتنی ضرورت اچھے سائنسدانوں ، منتظموں ، سپہ سالاروں اور سیاست دانوں کی ہے ، اتنی ہی ضرورت اچھی ماؤں اور اچھی بیویوں کی بھی ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عورت بیرونِ خانہ سرگرمیوں میں الجھ کر بھی بچوں کی درست اور صحیح نگہداشت کرسکتی ہے وہ حقیقت سے ناواقف ہیں۔

نوعِ انسانی کی افزائش و حفاظت کے لیے فطرت نے چار ادوار مقرر کیے ہیں یعنی حمل ، وضعِ حمل ، رضاعت اور تربیت۔ ان میں سے ہر دور انتہائی مشکل ہے جس کے دوران غفلت بچے کے

لیے مہلک ثابت ہوتی ہے۔نسلِ انسانی کی فلاح کے نقطہءنظر سے ان میں سب سے اہم دور' تربیت کا زمانہ ہے۔ بچہ جب عالمِ غیب سے دنیا میں قدم رکھتا ہےتو اس کا ذہن ایک ایسی تختی کی مانند ہوتا ہے جو ہر قسم کی تحریر لکھے جانے پر آمادہ ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں جو بات بھی اسے سکھائی جائے وہ نقش کالحجر ہوجاتی ہے۔ ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اچھی تربیت دے اور اسے برے بھلے کی تمیز سکھائے۔ظاہر ہے کہ ایسی ماں جسے معاشی اور سیاسی سرگرمیوں سے فرصت نہ ملتی ہو، اپنی اولاد کی درست تربیت نہیں کرسکتی۔عورت کا فرض، فیکٹریوں میں اشیاء کی پیداوار نہیں ہے بلکہ انسانیت سازی ہے۔

اولاد کی تربیت کے علاوہ گھر میں رہتے ہوئے عورت مرد کی کمائی اور وسائل کو بڑے سلیقے' کفایت شعاری اور منصوبہ بندی سے استعمال میں لاسکتی ہے۔ جتنا ضروری وسائل کی فراہمی کا معاملہ ہے اتنا ہی اہم ان کا مناسب استعمال ہے۔یہی وجہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں عورت کو بیرونی ذمہ داریوں سے فارغ کرکے گھر کے اندر کے مسائل کی دیکھ بھال کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔اس حوالے سے مندرجہ ذیل احادیث پرغور فرمائیے:

۱-''بلاشبہ ایک خاتون چھپانے کے لائق ہے۔ جب وہ گھر سے نکلتی ہےتو شیطان اس کوتاکتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت کے زیادہ قریب اُس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصّہ میں ہوتی ہے''۔(ترمذی)

۲- ''عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہےاوروہ اپنی رعیت (اولاد) کے لیے جواب دہ ہے'' ۔(ترمذی)

۳-اسلام میں جمعہ اور جماعت کی اہمیت کوئی مخفی امرنہیں مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو جمعہ کی نماز سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے''جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے مگر چار اشخاص مستثنیٰ ہیں یعنی غلام' عورت، بچہ اور مریض۔(ابوداؤد)

۴-حضرت ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جی چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے لیکن تیرا ایک گوشے میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنے حجرے میں نماز پڑھے اور

حجرے میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو گھر کے آنگن میں نماز پڑھے اور تیرا گھر کے آنگن میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنے محلّے کی مسجد میں نماز پڑھے اور تیرا اپنے محلّے کی مسجد میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو جامع مسجد میں نماز پڑھے''۔ (ابوداؤد)

۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ''ساری فضیلت تو مرد لوٹ کر لے گئے۔ وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل سکے''؟ جواب دیا ''جو کوئی تم میں سے گھر بیٹھی رہے (تاکہ شوہر کے مال، اولاد اور عصمت کی حفاظت کر سکے) وہ بھی مجاہدین کا سا بدلہ پائے گی''۔ (بزار)

اگرچہ عورت کا دائرۂ عمل اس کا گھر ہے، تاہم اس کا گھر سے باہر نکلنا بالکل ہی ممنوع نہیں کیا گیا اور کسی اشد ضرورت کے تحت وہ گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لیے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے''۔ (بخاری)

البتہ سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۳ میں فرمایا گیا لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ''دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو''۔ یہاں لفظ ''تبرج'' آیا ہے جس کا مطلب ہے نمایاں ہونا، ابھر کر اور کھل کر سامنے آنا، ظاہر ہونا۔ عورت کے لیے تبرج کا مطلب ہے اپنے حسن کی نمائش کرنا، لباس اور زیور کی خوبصورتی کا اظہار کرنا اور چال ڈھال سے اپنے آپ کو نمایاں کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ عورتیں جب باہر نکلیں تو اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے نمایاں کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ احتیاط کے ساتھ چادر میں مستور ہو کر نکلیں۔

3- مرد اجنبی عورتوں سے بوقتِ ضرورت پردے کی اوٹ سے بات کریں

سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۳ میں مردوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ

''اور جب تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے

پیچھے سے مانگا کرو''۔

گویا ایک مرد کے لیے جائز ہی نہیں کہ بلاضرورت کسی اجنبی عورت سے بات کرے۔ البتہ اگر اجنبی عورت سے کوئی کام ہو تو بھی روبرو ہو کر بات کرنے کی اجازت نہیں۔ تصور کیجیے کہ یہ حکم امت کی ماؤں کے لیے ہے جن کے ساتھ ایک مسلمان کا رشتہ اپنی حقیقی ماں کی طرح پاکیزہ اور متبرک ہے تو عام مسلم خواتین کے ساتھ بغیر پردے کے بات چیت یا لین دین کرنے کی اجازت کس طرح ہو سکتی ہے؟ اسی لیے شریعتِ اسلامی میں اجنبی عورت کے ساتھ بلاضرورت گفتگو کے تدارک کے لیے اس کے ساتھ خلوت میں موجودگی ہی کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ:

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ کسی عورت کے ساتھ ایسی خلوت میں نہ ہو جہاں کوئی محرم موجود نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ان دو کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے''۔ (مسندِ احمد)

4- چہرے کا پردہ کرنا

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں مذکور ہے:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ستایا نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس آیت میں ''جلباب'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں کہ جو پورے جسم کو چھپا لے۔ مراد یہ ہے کہ چادر اچھی طرح لپیٹ کر اس کا ایک حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کرو تاکہ جسم اور لباس کی خوبصورتی کے علاوہ چہرہ بھی چھپ جائے۔ البتہ آنکھیں کھلی رہیں۔ مندرجہ ذیل احادیثِ مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس حکم پر عمل کس طرح کیا گیا:

۱- واقعہ افک (جس کے دوران عبداللہ بن ابی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تھا) کے

متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنگل سے واپس آ کر جب میں نے دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے تو میں بیٹھ گئی اور نیند کا غلبہ ایسا ہوا کہ میں وہیں پڑ کر سو گئی۔ صبح کو حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو دور سے کسی کو پڑے دیکھ کر وہاں آ گئے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیوں کہ حجاب کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ مجھے پہچان کر جب انھوں نے ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ'' پڑھا تو ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے منہ ڈھانک لیا''۔ حدیث میں الفاظ یوں ہیں کہ ''فخمرتُ وجهي عنه بجلبابي'' میں نے ان سے اپنے چہرے کو اپنی چادر کے ذریعے ڈھانپ لیا''۔ (بخاری، مسلم)

۲- ایک خاتون جن کا نام ام خلاد رضی اللہ عنہا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کا جو قتل ہو چکا تھا انجام دریافت کرنے آئیں اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ان کی اس استقامت پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ نقاب پہن کر آپ بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی ہیں۔ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا بیٹا مرا ہے میری حیا نہیں مری ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تسلی دی کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ انھوں نے دریافت کیا کہ ایسا کیوں ہوگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس لیے کہ اُس کو اہلِ کتاب نے قتل کیا ہے''۔ (ابوداوٗد)

۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حجۃ الوداع کے موقع پر سفر کے بارے میں فرماتی ہیں کہ ''قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھیں۔ جب قافلے ہمارے سامنے آتے ہم بڑی چادر سر کی طرف سے چہرے پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے ہم اس کو اٹھا دیتیں''۔ (ابوداوٗد)

۴- امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ (جو اس وقت نوجوان لڑکے تھے) مشعرِ حرام سے واپسی کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ راستے سے جب عورتیں گزرنے لگیں تو فضل بن

عباس رضی اللہ عنہ ان کی طرف دیکھنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھا اور اسے دوسری طرف پھیر دیا''۔(ابوداؤد)

حرفِ آخر

اس تحریر میں' میں نے اپنی امکانی حد تک کوشش کی ہے کہ شرعی پردے سے متعلق قرآنِ حکیم اور احادیث مبارکہ سے حاصل ہونے والی رہنمائی کے اہم نکات بیان کر دوں۔ آخر میں' میں تمام حضرات وخواتین کو دعوتِ غور وفکر دیتا ہوں۔ طرز معاشرت کے لیے ایک طرف تو وہ ضوابط و ہدایات ہیں جو قرآن وسنت سے حاصل ہوتے ہیں۔ دوسری طرف وہ مادر پدر آزاد روش ہے جسے مغربی تہذیب اور ہندو ثقافت کے زیرِ اثر جملہ ذرائع اِبلاغ کے ذریعہ فروغ دیا جا رہا ہے۔ اب ہمیں ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرنے کا فیصلہ کرنا ہے۔ البتہ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم سوچ لیں کہ عنقریب ہمیں روزِ قیامت' عدالتِ خداوندی میں پیش ہونا ہوگا اور وہاں معاملہ یہ ہوگا کہ يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ O (ہر انسان کو اس روز جتلا دیا جائے گا کہ اس نے کس شے کو ترجیح دی اور کس شے کو چھوڑ دیا)۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اُس کی خوشنودی کے حصول کے لیے زندگی کے جملہ معاملات میں اس کے احکامات کی پیروی کریں۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى ! آمین

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

پردے کی مخالفت

بعض عورتیں جو متشرع ہیں وہ سب نامحرموں سے پردہ کرتی ہیں، حتیٰ کہ چچازاد بھائی سے بھی۔ ان کے اوپر بڑے طعن ہوتے ہیں کہ بھلا بھائی سے بھی کہیں پردہ ہوتا ہے۔ عورتوں کے نزدیک چچا کا لڑکا ایسا ہے جیسا کہ سگا بھائی۔ عورتیں تو عورتیں، ایسے پردے سے مرد بھی خفا ہیں۔ کسی نے ہمت کر کے اپنے قریبی نامحرم رشتہ داروں سے بھی پردہ کرنا شروع کیا تو اب چاروں طرف سے اعتراض کی بھرمار ہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ میاں کچھ نہیں، اب عزیزوں میں آپس میں محبت ہی نہیں رہی۔ دوسرے صاحب بھی اینٹھ گئے کہ ان کے گھر جائیں تو کیا دیواروں سے بولیں؟ اب ہم ان کے یہاں جانا ہی بند کر دیں گے۔ اگر یہ معنی ہیں تو نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے کہ ایسے قریبی رشتہ داروں کو بھی نامحرم قرار دے دیا۔ اَسْتَغْفِرُ اللہ۔

بعضی عورتیں ایسی ہمت والیاں بھی ہیں کہ چاہے کوئی ہو، وہ کسی نامحرم کے سامنے نہیں آتیں۔ چاہے کوئی برا مانے یا بھلا مانے۔ اور اکثر جگہ تو پردے کی ایسی کمی ہے کہ دور دور کے رشتہ داروں کو بے تکلف گھر میں بلا لیتی ہیں اور بے محابا ان کے سامنے آجاتی ہیں۔ یہ بالکل ناجائز ہے اور گناہ ہے۔ مردوں کو چاہیے کہ وہ انھیں تنبیہ کریں اور سب نامحرموں سے پردہ کرائیں۔ اگر کسی کو ناگوار ہو تو بلا سے ہو، کچھ پروا مت کرو، ہرگز ڈھیلا پن نہ برتو۔ بلکہ مردوں کو چاہیے کہ اگر کوئی نامحرم رشتہ دار عورت ان سے پردہ نہ کرے تو وہ خود اس سے چھپا کریں۔ اگر کوئی برا مانتا ہے مانا کرے، کچھ پروا نہیں کرنی چاہیے۔ برا مان کر کوئی کرے گا کیا؟ اچھا تو ہے سب چھوڑ دیں، کوئی اپنا نہ رہے۔ یوں ہی تعلق خلق سے گھٹے گا، جب کوئی اپنا نہ رہے گا اور سب توقع منقطع ہو جائے گی تو تب سوچے گا کہ بس جی، اب تو اللہ تعالیٰ ہی سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔ بقولِ کسی شاعر

جب کیا تنگ بتوں نے تو خدا یاد آیا

اب سمجھے گا کہ اعزہ، اقرباء، یار دوست، یہ سب حجاب تھے، اب کوئی حجاب نہ رہا۔ بقولِ مجذوب:

اب تو میں ہوں اور شغلِ یارِ دوست
سارے جھگڑوں سے فراغت ہوگئی

اب خدا کے بنو، جتنے تعلقات کم ہوں اتنا ہی اچھا ہے۔ پھر بھائی! یہ تو سوچو کہ کس کس کو راضی کرو گے؟ راضی تو ایک ہی ہوتا ہے۔ کئی تو راضی ہوا نہیں کرتے۔ تو حضرات! یہ کیجیے کہ صرف ایک اللہ کو راضی رکھیے۔ بہت سے آدمیوں کو کس طرح سے راضی رکھ سکیں گے۔

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ
سابق رئیس الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ

اسلام میں پردے کا حکم

آج کل عورتوں میں بے حجابی اور بے پردگی کی وباء اس قدر عام ہوگئی ہے کہ کوئی ملک اس سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ اکثر عورتیں آدمیوں کے ساتھ بے پردہ چلتی اور اپنی زینت دکھاتی نظر آتی ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم جرم اور بڑا گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آج کل اس سلسلہ میں طرح طرح کے فتنوں سے دوچار ہیں۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرو۔ اپنی عورتوں کو بے پردگی اور بے حیائی سے روکو اور انھیں اپنی زینت چھپانے کی تلقین کرو۔ سورۂ مائدہ آیات ۷۸-۷۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”بنی اسرائیل کو سرکشی اور طغیانی کی وجہ سے حضرت داوٗدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے ذریعہ ملعون قرار دیا گیا کیونکہ وہ روکتے نہیں تھے اس برائی سے جو لوگ کر رہے تھے۔ ان کا یہ جرم نہایت گھناؤنا تھا“۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہیں:

”جب لوگ برائی دیکھ کر خاموش رہیں گے اور اسے روکنے کا اہتمام نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب عام کر دے گا“۔

”قسم ہے اس ذات کی جس کے اختیار میں میری جان ہے نیکی کا حکم کرتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور لوگوں کو حق پر آمادہ کرتے رہنا۔ اگر ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں پھوٹ ڈال دے گا، پھر تم پر لعنت کرے گا جس طرح بنی اسرائیل پر کی گئی“

آج کل جو زینت کی نمائش کا عام رواج ہوگیا ہے، اس کا سدباب ہونا چاہیے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنی عورتوں کو زیب و زینت کی نمائش سے روکیں تاکہ یہود و نصاریٰ سے مشابہت نہ ہو۔ اگر ہم نے خاموشی اختیار کی تو گویا ایسے گناہ میں ملوث ہوگئے جو اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے مصائب سے محفوظ رکھے۔

سب سے ضروری بات یہ ہے کہ عورتوں اور اجنبی آدمیوں کی مخلوط محافل نہ ہوں اور نہ ہی عورتیں محرم کے علاوہ سفر کریں۔ یہ فتنے اور فساد کا پیش خیمہ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''آدمیوں کے لیے سب سے زیادہ ضرر رساں فتنہ عورتیں ہیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے:

''بلاشبہ دنیا ایک سرسبز اور لذت والی شے ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلیفہ بنا کر بھیجا ہے تاکہ تمہارے اعمال اور کردار دیکھے۔ دنیا اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل میں رونما ہوا وہ عورتوں کا ہی تھا''۔

عورتوں کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسبِ ذیل ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ سے ڈریں:

''بہت سی دنیا میں لباس پہننے والی عورتیں قیامت کے دن برہنہ ہوں گی''۔

''دو قسمیں جہنمیوں کی ایسی ہیں جو میں نے پہلے نہیں دیکھیں۔ ایک تو ایسی عورتیں جو پہننے کے باوجود عریاں رہتی ہیں، مٹک مٹک کر چلنے والی، دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی۔ ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ ہی اس کی ہوا پائیں گی۔ دوسرے وہ آدمی جن کے ہاتھوں میں بیلوں کی دُم جیسی لاٹھیاں ہوں گی جن کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے''۔

ان احادیث میں نمائش، بے پردگی، عریاں اور ٹیڈی لباس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ نیز حق سے اعراض کرنے، لوگوں کو باطل کی طرف دعوت دینے اور ظلم وستم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ایسے گناہ کرنے والے مرد اور عورتیں جنت سے محروم رہیں گے۔

جو عورتیں یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی مشابہت کرتے ہوئے مکمل لباس نہیں پہنتیں، اپنے بالوں اور اعضاء کو عریاں رکھتی ہیں، اپنے بالوں کے ساتھ بناوٹی بال یعنی نمائشی وگ لگاتی ہیں، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں اپنا انجام سوچ لیں:

''جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اُنہی کے ساتھ ہوگا''

اس قسم کی مشابہت سے عورتوں کو سختی سے روکنا چاہیے۔ بالخصوص چھوٹی بچیوں کو شروع ہی سے ایسی مشابہت سے نفرت دلائی جائے کیونکہ ان کی بچپن کی تربیت آئندہ کے لیے مستقل

عادت بن جاتی ہے۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور جو چیز اللہ نے حرام کی ہے اس سے اجتناب کرو۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور پرہیز گاری میں تعاون کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن ہم سے ہمارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا اور ان کے مطابق جزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہے اور نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بلاشبہ حکومت کے کارندوں، حاکموں اور علماء حضرات کی ذمہ داری ہے کہ ایسے امور سے لوگوں کو روکیں جو آئندہ کسی وقت بھی فتنے اور عذاب کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے جو ہم پر آ چکی ہے اور ہم سب مردوں اور عورتوں کو سیدھے راستے پر لگا دے۔ آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر غور فرمائیے:

''ہر نبی کے کچھ حواری اور ساتھی ہوتے تھے جو نبی کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کے احکامات کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ایسے ناخلف لوگ آ گئے جو کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں اور کرتے ایسے کام ہیں جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا ہوتا۔ جو ان سے بزورِ بازو جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو ان کے سامنے کلمۂ حق کہے گا وہ مومن ہے اور جو انھیں دل سے برا سمجھے گا وہ مومن ہے اور اس کے بعد ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں رہتا''۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے دین کی مدد کرے، اپنے کلمہ کو بلند فرمائے اور ہمارے بادشاہوں کو درست کرے تاکہ ان کے ذریعے دینِ حق کی سربلندی ہو اور فتنہ وفساد کا سر کٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کاموں کی توفیق دے جس میں عوام اور ملک کی فلاح ہو اور ہماری آخرت و دنیا سنور جائے۔ آمین

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ وَبَارِكْ عَلٰى عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ!

محمد صالح العثیمین رحمہ اللہ

ترجمہ: حافظ عبدالرشید اظہر

چہرے کا پردہ دلائل کی روشنی میں

۱- اللہ عزوجل نے سورۃ النور کی آیت ۳۱ میں مومن عورتوں کو اپنی عصمت کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ عصمت کی حفاظت کے حکم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تمام وسائل و ذرائع اختیار کیے جائیں جو اس مقصد کے حصول میں مددگار ہو سکتے ہیں۔ ہر ذی شعور آدمی جانتا ہے کہ چہرے کا پردہ عصمت کی حفاظت کے من جملہ وسائل میں سے ایک ہے۔ چہرہ کھلا رکھنے سے غیر محرم مرد عورت کی طرف مائل ہوتے ہیں جس سے نوبت بات چیت، میل ملاقات، اور آخر کار ناجائز تعلقات تک جا پہنچتی ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے کہ:

''اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ''

''آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ ان کا زنا (ناجائز) دیکھنا ہے''۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں، پاؤں وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرمایا:

''وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ اَوْ يُكَذِّبُهُ''

''شرمگاہ اس کی تصدیق کر دیتی ہے یا تکذیب''

لہٰذا جب چہرے کا پردہ حفظِ ناموس و عصمت کا ذریعہ ٹھہرا تو وہ بھی اسی طرح فرض ہوگا جس طرح کہ حفظِ ناموس و عصمت فرض ہے۔

۲- متذکرہ بالا آیت میں زینت کے اظہار سے دوبار منع فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ صرف شوہر یا محرم افراد کے سامنے زینت ظاہر کی جا سکتی ہے۔ انسانی وجود میں زینت کا سب سے بڑا مظہر چہرہ ہے۔ ظاہری حسن کے متلاشی صرف چہرہ ہی دیکھتے ہیں۔ چہرہ خوبصورت ہو تو باقی اعضا کو زیادہ اہمیت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں خوبصورت ہے تو اس سے بھی چہرے کا جمال ہی مراد ہوتا ہے۔ لہٰذا زینت چھپانے سے

اوّلین مراد چہرے کا چھپانا ہے۔

۳-اسی آیت میں یہ بھی فرمایا گیا کہ خواتین اپنے پاؤں اس طور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کے پوشیدہ زیور کی جھنکار سنائی دے۔ یعنی عورت اس انداز سے نہ چلے کہ معلوم ہو کہ وہ پازیب وغیرہ پہنے ہوئے ہے اور جس سے غیر محرم مرد فتنے میں پڑ جائیں۔ غور فرمایئے! فتنے میں پڑنے اور بہک جانے کا امکان کہاں زیادہ ہے۔ کیا اس صورت میں کہ ایک آدمی کسی عورت کے پاؤں میں پڑی پازیب کی جھنکار سنتا ہے اور اسے معلوم نہیں کہ وہ عورت جوان ہے یا عمر رسیدہ، حسین وجمیل ہے یا بدصورت! یا اس صورت میں کہ ایک مرد کسی دوشیزہ کا کھلا چہرہ دیکھے جو رعنائی، حسن وزیبائی سے بھرپور ہو؟ ہر باشعور انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ دونوں میں سے کونسی زینت زیادہ فتنے کا باعث ہے اور مستور ومخفی رکھنے کی زیادہ حقدار ہے۔

۴-سورۃ النور کی آیت ۶۰ میں ان بوڑھی عورتوں کو جن کے نکاح کا امکان نہیں رہا رخصت دی گئی ہے کہ اگر وہ اپنے لباس کے اوپر کی اضافی چادر اتار دیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ البتہ یہ رخصت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس سے ان کا مقصد زیب وزینت کی نمائش نہ ہو۔ اس رخصت کی عمر رسیدہ خواتین کے ساتھ تخصیص' اس کی دلیل ہے کہ جوان اور نکاح کا امکان رکھنے والی عورتوں کا حکم ان سے مختلف ہے۔ اگر سب عورتوں کے لیے اضافی کپڑے اتار دینے اور صرف عام لباس پہننے کی اجازت ہوتی تو سن رسیدہ ونکاح کی عمر سے گزری ہوئی عورتوں کا بالخصوص ذکر کرنے کا کوئی مقصد نہیں رہ جاتا۔

۵-سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ میں فرمایا گیا: ''اے پیغمبر ﷺ! اپنی ازواج، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ جب باہر نکلا کریں تو اپنے اوپر چادر لٹکا لیا کریں''۔ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے اپنے گھروں سے نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادر لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانک لیا کریں اور صرف آنکھ کھلی رکھیں۔ یہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے جو بعض علماء کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے لہٰذا

حجت ہے۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انصاری خواتین گھروں سے نکلتے وقت اس سکون واطمینان سے چلتیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور انھوں نے سیاہ رنگ کی چادریں لپیٹ رکھی ہوتیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے متعلق جب یہ حکم دیا کہ وہ بھی عید گاہ کو جائیں تو وہ کہنے لگیں: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے بعض کے پاس چادر نہیں ہوتی''۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''جس کے پاس اپنی چادر نہ ہو تو اسے کوئی دوسری بہن چادر دے دے''۔

یہ حدیث واضح طور پر بتا رہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواتین میں چادر کے بغیر باہر نکلنے کا معمول نہ تھا۔ بلکہ چادر پاس نہ ہونے کی صورت میں باہر نکلنے کو وہ ممکن ہی نہیں سمجھتی تھیں۔اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں نماز عید کے لیے عید گاہ میں جانے کا حکم دیا تو انھوں نے اس امر کو بطور مانع ذکر کیا۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ یہ مشکل اس طرح حل ہوسکتی ہے کہ ایسی عورت کو کوئی دوسری مسلمان بہن اپنی چادر مستعار دے دے۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ چادر اوڑھے بغیر عید گاہ جائے، حالانکہ وہاں جانے کا حکم مرد وعورت سب کو ہے۔جب ایک ایسے کام کے لیے جس کا شرع نے حکم دیا ہے عورتوں کو بغیر چادر اوڑھے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی گئی تو بازاروں میں گھومنے پھرنے، مردوں کے ساتھ میل جول، تفریح، تماش بینی یا کسی بھی خلافِ شرع اور غیر ضروری کام کے لیے بغیر چادر اوڑھے نکلنے کی اجازت شریعت میں کیسے دی جاسکتی ہے؟ علاوہ ازیں چادر اوڑھنے کا حکم بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا مکمل باپردہ رہنا ضروری ہے۔

٦-صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھاتے تو بعض عورتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز کے لیے چادروں میں لپٹی ہوئی آتیں۔نماز کے بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں تو اندھیرے کے سبب انھیں کوئی نہ پہچان سکتا۔گویا پردہ کرنا اور اپنے جسم کو مکمل طور پر ڈھانپنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتوں کی

عادات میں سے تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر تھا۔ وہ اخلاق و آداب میں بلند، ایمان میں کامل اور اعمال میں زیادہ صالح تھے۔ وہی قابلِ اتباع نمونہ ہیں کہ خود ان کو اور ان کی بطریقِ احسن پیروی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کی نوید سنائی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے پہلے ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے''۔ (سورۃ التوبہ آیت: ۱۰۰)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد میں عورتوں کا طریقہ یہ تھا (جو اوپر ذکر کیا گیا) تو ہمارے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ اس طریقہ سے ہٹ جائیں جس پر چلنے سے ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ممکن ہے، خصوصاً جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

''اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے پر چلے گا تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے''۔

(سورۃ:۱۵)

۷۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص تکبر کے ساتھ اپنی چادر لٹکا کر چلے گا اللہ تعالیٰ روزِ

قیامت اس کی جانب نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا''۔ اس پر اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ'' عورتیں اپنی چادریں کس حد تک لٹکائیں''؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' ایک بالشت بھر لٹکا لیں''۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ'' اس طرح تو ان کے پاؤں نظر آئیں گے''۔ فرمایا'' تو ایک ہاتھ کے برابر لٹکالیں اس سے زیادہ نہ لٹکائیں''۔ (تحفۃ الاحوذی)

مندرجہ بالا حدیث دلیل ہے کہ عورت پر پاؤں ڈھانپنا فرض ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ یہ حکم تمام صحابیات رضی اللہ عنہن کو معلوم تھا اور بلاشبہ پاؤں میں ہاتھوں اور چہرے کی نسبت کم کشش پائی جاتی ہے۔ کمتر کشش والے مقام کو ڈھانپنے کا حکم خود بخود واضح کررہا ہے کہ اس سے زیادہ کشش رکھنے والا مقام اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اسے ڈھانپا جائے۔ یہ بات شرعِ متین کی حکمت کے منافی ہے کہ کمتر کشش اور قلیل تر فتنہ کے باعث اعضاء کو ڈھانپنا تو فرض ہو لیکن زیادہ فتنہ کے باعث اور پرکشش اعضاء کو کھلا رکھنے کی اجازت دے دی جائے۔

۸ - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ'' جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں احرام باندھے ہوئے تھیں تو اونٹ سوار قافلے ہمارے پاس گزرتے تھے۔ جس وقت سامنے ہوتے تو ہم اپنے سروں کے اوپر سے چادر چہرے تک لٹکالیتیں۔ جب وہ آگے گزر جاتے تو ہم پھر سے چادر کو چہرے سے ہٹالیتیں''۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ حالتِ احرام میں عورت کے لیے نقاب ڈالنا اور دستانے پہننا جائز نہیں ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں اکثر اہلِ علم کے نزدیک حالتِ احرام میں عورتوں پر چہرہ کھلا رکھنا واجب ہے۔ ایک واجب کو اس سے قوی تر واجب کی ادائیگی کی خاطر ہی ترک کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے اگر غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا اور چہرہ ڈھانپنا واجب نہ ہوتا تو احرام کی حالت میں اس کے کھلا رکھنے کا حکم جو واجب ہے ترک کرنا جائز نہ ہوتا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متذکرہ بالا حدیث منجملہ دلائل میں سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں حالتِ احرام کے سوا خواتین میں (چہروں کے پردے کے لیے) نقاب اور (ہاتھوں کے پردے کے لیے) دستانوں کا رواج عام تھا۔ اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کا پردہ کرنا واجب ہونا چاہیے۔

بے پردگی کے نقصانات

خواتین ذرا غور کریں کہ بے پردگی کے کیسے بڑے بڑے نقصانات ہیں:

۱-عورت جب اپنے چہرے کو بے پردہ رکھتی ہے تو اسے ان چیزوں کا اہتمام والتزام کرنا پڑتا ہے جس سے اس کا چہرہ خوبصورت، جاذبِ نظر اور دلکش دکھائی دے۔ اس طرح وہ مردوں کو فتنہ میں ڈالتی ہے، ان کی ہوسناک نظروں کا شکار بنتی ہے اور اس کی عصمت وعفت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح رواں دواں ہے۔ کتنی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ مرد کی عورت پر نگاہ پڑی، وہ عورت پر فریفتہ ہو گیا، اس نے عورت سے گفتگو کا راستہ نکالا، بے تکلفی پیدا ہوتی گئی اور آخر کار وہ خرابی وجود میں آئی جس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ بن آئی ۔اللہ سب کو سلامت رکھے۔

۲-اس بدعادت سے عورت سے رفتہ رفتہ شرم وحیاء ختم ہوتی جاتی ہے جو ایمان کا جزو اور فطرت کا لازمی تقاضا ہے۔ ایک زمانہ میں عورت شرم وحیاء میں ضرب المثل ہوتی تھی۔ مثلاً کہا جاتا تھا'' کہ فلاں شخص تو پردہ نشین دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلا ہے''۔ شرم وحیاء کا جاتے رہنا نہ صرف اس فطرت کے خلاف بغاوت ہے جس پر اسے خالق کائنات نے پیدا فرمایا ہے بلکہ یہ عورت کے لیے دین وایمان کی غارت گری ہے۔ ہمارے لیے سب سے قیمتی متاع ایمان ہے۔ ایمان سے محرومی روزِ قیامت انسان کو جنت سے محروم کردے گی۔ گویا بے پردگی کی وجہ سے نہ صرف دنیا میں خطرات ہیں بلکہ آخرت میں بھی بربادی کا اندیشہ ہے۔

چہرہ بے پردہ رکھنے کے لیے دلائل اور ان کا جواب

جہاں تک مجھے علم ہے عورتوں کے چہرے اور ہاتھوں کے پردے کے خلاف کتاب وسنت سے مندرجہ ذیل دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

دلیلِ اوّل:

سورۃ النور آیت ۳۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:'' وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُنَّ اِلَّا مَاظَھَرَ مِنۡھَا ''

''اور عورتیں اپنی زیب وزینت کسی پر ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے جو از خود ظاہر ہو جائے''۔ امام اعمشؒ نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد عورت کا چہرہ، اس کے ہاتھ اور انگوٹھی ہے۔ یہ قول ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا ہے اور صحابی رضی اللہ عنہ کی تفسیر حجت ہے۔

جواب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر صرف اس وقت حجت ہوسکتی ہے جب کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کا قول اس کے مقابل نہ ہو۔ بصورت دیگر اس قول پر عمل کیا جائے گا جسے دوسرے دلائل کی بدولت ترجیح حاصل ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے بالمقابل حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس میں انھوں نے اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر چادر اور دوسرے ایسے کپڑوں وغیرہ سے کی ہے جو بہر حال ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے ڈھانپنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ ان دونوں اصحاب رضی اللہ عنہم کی تفسیر میں سے ایک کو دلائل کی رو سے ترجیح دی جائے اور جو ارجح قرار پائے، اس پر عمل کیا جائے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اس بنیاد پر ارجح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک اور قول میں چہرے کے پردے کی تائید کی ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ کی وضاحت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس طرح نقل کیا ہے کہ:

> ''اللہ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اوپر سے ڈال کر اپنا منہ چھپالیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں''

دلیلِ دوم:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما باریک کپڑے پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا اور چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو

جائز نہیں کہ اس کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا کچھ نظر آئے''۔ (ابوداؤد)

جواب:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث دو وجوہ کی بناء پر ضعیف ہے:

۱- اس حدیث کی سند منقطع ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی خالد بن دریک نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے براہِ راست نہیں سنی اور انھوں نے جس راوی کے واسطہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی یہی وجہ ابوحاتم رازی نے بھی بیان کی ہے۔

۲- اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر البصری نزیل دمشق نامی راوی ہے۔ ابنِ مہدی نے اسے ناقابلِ اعتماد سمجھ کر ترک کیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ معین رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ مدینی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساطینِ علمِ حدیث نے اسے ضعیف قرار دیا لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے اور متذکرہ بالا صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

علاوہ ازیں حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہا کی عمر ہجرت کے وقت ستائیس سال تھی۔ یہ ناممکن ہے کہ اس بڑی عمر میں وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسے کپڑے پہن کر جائیں جن سے ان کے ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ بدن کے اوصاف ظاہر ہو رہے ہوں۔ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور پردہ واجب کرنے والی نصوص اس حدیث میں بیان شدہ حکم پر مقدم ہوں گی۔

دلیلِ سوم:

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''حجۃ الوداع'' میں ان کے بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے۔ اسی دوران خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی تو فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اس کی طرف اور وہ فضل کی طرف دیکھنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری جانب کر دیا''۔

اس روایت میں جس عورت کا ذکر ہے وہ اپنا چہرہ کھلا رکھے ہوئے تھی۔ یہ اس امر کی دلیل ہے

کہ چہرے کا کھلا رکھنا جائز ہے۔

جواب:

اس روایت میں جس عورت کا ذکر ہے وہ اپنا چہرہ اس لیے کھلا رکھے ہوئے تھی کہ وہ حالتِ احرام میں تھی اور احرام میں عورت کے بارے میں شرعی حکم یہی ہے کہ جب غیر محرموں میں سے کوئی اسے نہ دیکھ رہا ہو تو چہرہ کھلا رکھے۔ یہ روایت تو غیر محرم عورت کے چہرے کی طرف نہ دیکھنے کے جواز کی دلیل ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ ان کا چہرہ دوسری جانب پھیر دیا۔ اسی لیے امام نووی رحمۃ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ نے فتح الباری میں اس حدیث کے فوائد میں ذکر کیا ہے کہ غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع اور نگاہ نیچی کرنا واجب ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری طرف پھیرنا، زبانی منع کرنے سے کہیں زیادہ تاکید کا حامل ہے"۔

دلیلِ چہارم:

سورۃ النور کی آیت ۳۱ میں اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ عورتوں کے لیے چہرہ چھپانے کا حکم نہیں ہے۔ وہ چہرہ کھلا رکھ سکتی ہیں۔ البتہ مردوں کو حکم ہے کہ وہ نظروں کی حفاظت کریں اور عورتوں کے چہرے پر نگاہ نہ ڈالیں۔

جواب:

ایک اسلامی معاشرے میں خواتین چہرے کا پردہ کرتی ہیں لہٰذا مردوں کے لیے نگاہوں کی حفاظت کا حکم بظاہر عجیب محسوس ہوتا ہے لیکن پردے کے احکامات پر عمل کے باوجود بعض اوقات ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی عورت کا چہرہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی خاتون کی چادر ہوا وغیرہ سے سرک جائے یا اسے ضرورتاً علاج وغیرہ کی غرض سے چہرہ ظاہر کرنا پڑے یا حالتِ احرام میں چہرے پر سے نقاب ہٹانا پڑے۔ پھر معاشرے میں غیر مسلم اور اللہ کی نافرمان مسلمان عورتیں بھی ہوتی ہیں جو چہرے کا پردہ نہیں کرتیں۔ ان صورتوں کے لیے مومن مردوں کو نظروں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

دلیلِ پنجم:

صحیح بخاری اور دوسری کتبِ احادیث میں بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمازِ عید پڑھانے کے متعلق حدیث میں ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھانے کے بعد لوگوں سے خطاب فرمایا اور وعظ ونصیحت کی۔ پھر چل کر عورتوں کے قریب تشریف لے گئے' ان سے بھی خطاب فرمایا اور وعظ ونصیحت کی اور فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت، صدقہ کیا کرو کیوں کہ جہنم کا زیادہ تر ایندھن تم (عورتیں) ہی ہو'۔ اس پر ایک عورت جس کے رخسار سیاہی مائل تھے درمیان میں سے اٹھی''۔ اگر اس عورت کا چہرہ کھلا نہ ہوتا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پتہ نہ چلتا کہ اس عورت کے رخسار سیاہی مائل ہیں۔

جواب:

اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ کس حال کا واقعہ ہے۔ ممکن ہے وہ خاتون بوڑھی عورتوں میں سے ہوں جن کے نکاح کا امکان نہیں اور ایسی خواتین کے لیے چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے۔ اس سے دوسری عورتوں پر حجاب کا وجوب ختم نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ آیتِ حجاب کے نزول سے پہلے کا ہو کیونکہ سورۃ الاحزاب (جس میں پردے کے احکام ہیں) ۵ ہجری میں نازل ہوئی اور نمازِ عید ۲ ہجری سے مشروع چلی آتی ہے۔

اصولی بات:

اصولی بات یہ ہے کہ متذکرہ بالا دلائل اس پائے کے نہیں ہیں کہ ان کی وجہ سے گزشتہ صفحات میں مذکورہ دلائل سے صرفِ نظر کیا جاسکے، جو چہرے کا پردہ واجب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ جن دلائل میں چہرہ ڈھانپنے کا ذکر ہے ان میں ایک مستقل اور نیا حکم ہے۔ چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے دلائل اپنے اندر کوئی حکم نہیں رکھتے کیوں کہ یہ تو پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا عام معمول تھا۔ علماءِ اصول کے ہاں یہ ضابطہ معروف ہے کہ عام حالت کے خلاف کوئی دلیل ہو تو اسے ترجیح دی جاتی ہے، کیونکہ عام حالت کے خلاف جب تک کوئی دلیل نہ ملے اسے برقرار رکھا جاتا ہے۔ جب کوئی دلیل نئے حکم کی مل جائے تو اصل اور پہلی حالت کو برقرار رکھنے کے بجائے نئے حکم

کے ذریعے اس میں تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ جو شخص نئے حکم (چہرہ ڈھانپنے) کی دلیل ذکر کرتا ہے، اس کے پاس ایک نئی چیز کا علم ہے کہ پہلی اور عمومی حالت بدل چکی ہے اور چہرہ ڈھانپنا فرض ہو گیا ہے۔ جب کہ دوسرے فریق کو یہ دلائل نہیں مل سکتے لہٰذا مثبت کو نافی پر اس کے زائد علم کی وجہ سے ترجیح حاصل ہو گی۔

حرفِ آخر:

پردے کے مسائل میں اس تحریر کی وجہ یہ ہے کہ اس اہم معاشرتی مسئلے میں عام لوگوں کے لیے شرعی حکم کا جاننا ضروری ہے اور بہت سے ایسے لوگ اس پر قلم اٹھا چکے ہیں جو بے پردگی کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس مسئلے میں کما حقہ تحقیق نہیں کی نہ غور و فکر سے کام لیا حالانکہ اہلِ تحقیق کی ذمہ داری ہے کہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھیں اور ضروری معلومات حاصل کیے بغیر ایسے مسائل میں گفتگو کرنے سے اجتناب کریں۔

محقق کا فرض ہے کہ مختلف دلائل کے درمیان منصف جج کی طرح عدل و انصاف کے ساتھ غیر جانبدارانہ جائزہ لے اور حق کے مطابق فیصلہ کرے۔ کسی ایک رائے کو بغیر دلیل کے راجح قرار نہ دے۔ تمام زاویوں سے غور کرے، ایسا نہ ہو کہ وہ ایک نظریہ رکھتا ہو اور مبالغہ سے کام لے کر اس کے دلائل کو محکم اور مخالف کے دلائل کو بلا وجہ کمزور اور نا قابل توجہ قرار دے۔ اس کا نظریہ دلیل کے تابع ہو نہ کہ دلیل نظریہ کے تابع۔ یعنی دلائل کا جائزہ لینے کے بعد نظریہ بنائے نہ کہ نظریہ قائم کر کے دلائل کی تلاش میں نکل کھڑا ہو۔ جو شخص دلائل دیکھنے سے پہلے نظریہ بنا لیتا ہے، اپنے نظریہ کے مخالف دلائل کو عموماً رد کرتا ہے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ان کی تحریف کا مرتکب ہوتا ہے۔

نظریہ قائم کر لینے کے بعد دلائل کی تلاش کے نقصانات ہمارے مشاہدہ میں ہیں کہ ایسا کرنے والا کس طرح ضعیف احادیث کو بتکلف صحیح قرار دیتا ہے یا نصوص سے ایسے معانی کشید کرنے کی سعی میں مصروف نظر آتا ہے جو اس میں پائے نہیں جاتے، لیکن صرف اپنی بات کو ثابت و مدلل کرنے کے لیے یہ سب کچھ اسے کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً راقم نے ایک صاحب کا رسالہ پردے کے عدم وجوب پر پڑھا۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو، جس میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا باریک کپڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنے کا ذکر ہے، مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ یہ

حدیث متفق علیہ ہےاورتمام علماء اس کے صحیح ہونے پر متفق ہیں۔حالانکہ ایسانہیں ہے۔یہ حدیث سنن ابی داؤد میں ہے۔خوداسے روایت کرنے والے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مرسل ہونے کے سبب منقطع قرار دیا ہےاوراس کی سند میں ایک ایساراوی ہے جسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔(تفصیل گزر چکی ہے)

ہر مؤلف اور مقالہ نگار کو دلائل کی تلاش اوران کی چھان بین میں کوتاہی کے ارتکاب سے ڈرنا چاہیےاور بغیر علم کے محض جلد بازی میں کوئی بات کہنے سے کامل اجتناب کرنا چاہیے وگرنہ وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کے متعلق قرآنِ حکیم میں یہ وعید وارد ہوئی ہے:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

"تو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ گھڑے تا کہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے۔کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

(سورۃ الانعام آیت:۱۴۴)

اورایسا بھی نہ کرے کہ ایک طرف دلائل کی تلاش اور تحقیق میں کوتاہی کا مرتکب ہواور دوسری طرف ثابت شدہ دلائل کو ٹھکرا کر عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق بنے اوراس زمرے میں داخل ہوجائے جس کے متعلق فرمانِ ربانی ہے:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ

اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

"تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچی بات جب اس کے پاس پہنچ جائے تو اسے جھٹلائے؟ کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں؟"۔ (سورۃ الزمر آیت:۳۲)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق کو حق سمجھنے اوراس کی پیروی کرنے کی نیز باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ

پردہ اور اسلام

یورپ کی عامیانہ تقلید نے ملک میں جو نئے مباحث پیدا کردیے ہیں ان میں ایک مسئلہ پردے کا بھی ہے۔ اگر اس مسئلہ پر صرف عقلی پہلو سے بحث کی جاتی تو ہم کو دخل در معقولات کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لیکن ساتھ ہی یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ خود مذہبِ اسلام میں پردے کا حکم نہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ قرونِ اولیٰ میں پردے کا رواج بھی نہ تھا۔ نئے تعلیم یافتہ گروہ کے سب سے مشہور اور مستند مصنف مولوی امیر علی نے 1899ء میں رسالہ ''نائن ٹینتھ سنچری'' میں مسلمان عورتوں کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ لمبا برقع، نقاب اور خمار سلجوقیوں کے آخری زمانہ میں شائع ہوا اور جس قسم کا پردہ آج کل مسلمانانِ ہند میں رائج ہے، خلفاء کے زمانہ میں اس کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ بلکہ برعکس اس کے اعلیٰ طبقہ کی عورتیں بلا برقع کے مردوں کے سامنے آتی تھیں۔ ساتویں صدی ہجری کے وسط میں جب خلفاء ضعیف ہوئے اور تاتاریوں نے اسلامی حکومت کو درہم برہم کیا تو اس وقت علماء میں اس پر نزاع ہوئی کہ عورتیں اپنے ہاتھ، منہ اور پاؤں اجنبیوں کے سامنے کھول سکتی ہیں یا نہیں''۔

اس موقع پر عبرت کے قابل یہ امر ہے کہ اسلام کی تاریخ اور اسلام کے مسائل کی تعبیر کرنے والے دو گروہ ہوسکتے تھے: علماءِ قدیم اور جدید تعلیم یافتہ لوگ۔ علماء کا یہ حال ہے کہ ان کو زمانہ کی موجودہ زبان میں بولنا نہیں آتا، جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے مبلغِ علم کا اس عبارت سے اندازہ ہوسکتا ہے جو ابھی اوپر گزر چکی ہے، لیکن بدقسمتی سے یہی دوسرا گروہ قومی لٹریچر پر قبضہ کرتا جاتا ہے اور چونکہ غیر قوموں کے کانوں میں صرف اسی گروہ کی آواز پہنچتی ہے، اس لیے مسائل اور تاریخ اسلام کے متعلق آئندہ زمانے میں اسی گروہ کی آواز اسلام کی آواز سمجھی جائے گی۔ ہم اس مضمون میں صرف تاریخی پہلو سے بحث کرتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ عرب میں اسلام سے پہلے پردے کی کیا حالت تھی اور تمام اسلامی دنیا میں پردے کے متعلق کیا طریق عمل رہا؟

مدت ہوئی، ہم نے اس مضمون کے پہلے حصے پر ایک بسیط تحریر لکھی تھی۔ پہلے اس کو بعینہٖ اس مقام پر درج کرتے ہیں:

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ قدرت نے مرد اور عورت کو بعض خصوصیتوں میں ایک دوسرے سے ممتاز پیدا کیا ہے۔ لیکن تمدن نے ان قدرتی خصوصیتوں کے علاوہ اور بھی بہت سے امتیاز قائم کر دیے ہیں جو ہر قوم، ہر فرقہ اور ہر ملک میں جدا جدا صورتوں میں نظر آتے ہیں۔ دنیا کے نہایت ابتدائی زمانہ میں غالباً مردوں اور عورتوں کے لباس، وضع، طور طریقے بالکل یکساں رہے ہوں گے اور بجز قدرتی خصوصیتوں کے کوئی چیز ان کو ایک دوسرے سے جدا نہ کرسکتی ہوگی۔ لیکن تمدن کو جس قدر وسعت ہوتی گئی اس قدر یہ باہمی امتیازات بڑھتے گئے۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ آج دونوں کے طریق تمدن اور معاشرت میں بہت کم چیزیں باقی رہ گئیں جو مشترک کہی جاسکتی ہیں۔

دنیا کی ابتدائی تاریخ بالکل تاریکی کی حالت میں ہے، قدیم سے قدیم زمانہ جس کے تاریخی حالات معلوم ہوسکتے ہیں، دو تین ہزار برس سے زیادہ نہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جب موجودہ تفرقوں کی بنیاد پڑ چکی تھی اور دونوں فریق کے اصول زندگی میں بہت سی ممتاز خصوصیتیں پیدا ہو چکی تھیں۔ اس لیے آج یہ پتہ لگانا قریباً ناممکن ہے کہ اوّل کن اسباب سے یہ تفرقے قائم ہوئے اور جس زمانہ کو ہم اپنے علمِ تاریخ کی ابتداء قرار دیتے ہیں، اس وقت تک کیونکر ان تفرقوں نے وسعت حاصل کرلی تھی۔

اگر ہم یہ بتانا چاہیں کہ انسان کو سترِ عورت کا خیال کیونکر ہوا اور مردوں اور عورتوں میں اس کے مختلف حدود کس بناء پر قرار دیے گئے تو ہم کوئی خاص وجہ نہیں بتا سکیں گے۔ اسی طرح اور خصوصیتوں کی نسبت بھی ہم کچھ جواب نہیں دے سکتے۔ اس لیے نہایت قدیم تفرقوں کی تاریخ قائم کرنی اور ان کے وجوہ و اسباب پر غور کرنا تو بے فائدہ ہے۔ البتہ جو امور زمانۂ مابعد میں پیدا ہوئے، ان کے متعلق تحقیق کی کوشش کرنی بے جا نہیں ہے۔

پردے کی دو قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں:

(۱) چہرے اور تمام اعضاء کا ڈھکنا

(۲) مردوں کی مجلسوں اور صحبتوں میں شریک ہونا

پہلی قسم کا پردہ عرب میں اسلام سے پہلے موجود تھا اور زیادہ تر قدرتی ضرورتیں اس کی ایجاد کا باعث تھیں۔ جب اس رسم کی ابتداء ہوئی تو عورتوں کے ساتھ مخصوص نہ تھی کیونکہ زیادہ تر اس کو قدرتی ضرورتوں نے پیدا کیا تھا اور وہ مرد اور عورت سے یکساں متعلق تھیں۔ غالباً سب سے پہلے قبیلہ ٔحِمْیَرْ میں جو یمن کے رہنے والے اور وہاں کے حاکم تھے، یہ طریقہ جاری ہوا۔ اسپین میں حمیر کے ایک خاندان کی حکومت قائم ہوگئی تھی جو مُلَثِّمِیْن کہلاتے تھے۔ اِس خاندان نے نہایت زور اور قوت کے ساتھ حکومت کی اور بہت سی فتوحات حاصل کیں لیکن چہرے پر ہمیشہ نقاب ڈالے رہتے تھے اور اس کی وجہ سے مُلَثِّمِیْن کہلاتے تھے۔ اس خاندان میں یوسف بن تاشفین بڑی ہیبت و جبروت کا بادشاہ گزرا ہے۔ علامہ ابنِ خلکان نے مُلَثِّمِیْن کی وضاحت کرتے ہوئے اس رسم کے قائم ہونے کی وجہ لکھی ہے:

وسبب ذلک علی ما قیل أن حمیر کانت تتلثم لشدة الحر و البرد۔ تفعله الخواص منهم فکثر ذلک حتی تفعله عامتهم۔

''یعنی اس کا سبب جیسا کہ کہا گیا ہے یہ ہے کہ قبیلہ ٔحِمْیَرْ کے لوگ گرمی اور سردی کی وجہ سے چہروں پر نقاب ڈالے رہتے تھے پہلے خواص ایسا کرتے تھے پھر اس کو اس قدر ترقی ہوئی کہ تمام قبیلہ میں اس کا رواج ہوگیا۔''

علامہ موصوف نے ایک اور سبب بھی لکھا ہے۔ وہ یہ کہ قبیلہ ٔحِمْیَرْ کی مخالف ایک قوم تھی جس کا معمول تھا کہ جب حمیر والے کسی ضرورت سے باہر جاتے تھے تو یہ لوگ ان کے گھروں پر حملہ کرتے تھے اور عورتوں کو گرفتار کر کے لے جاتے تھے۔ مجبور ہو کر اہلِ حمیر نے یہ تدبیر سوچی کہ ایک دفعہ عورتیں مردانہ لباس پہن کر باہر چلی گئیں اور مرد چہروں پر نقاب ڈال کر گھروں میں رہے۔ دشمنوں نے معمول کے موافق حملہ کیا۔ یہ لوگ نقاب ڈالے ہوئے نکلے اور نہایت دلیری سے لڑ کر دشمنوں کو قتل کر ڈالا۔ چونکہ یہ فتح نقاب کے پردے میں نصیب ہوئی اس لیے یادگار کے طور پر یہ رسم قائم کر لی گئی۔ یہاں تک کہ اسلام کے بعد بھی اس قبیلہ کے مرد اور عورتیں یکساں نقاب پوش رہتے تھے۔ ایک شاعر نے لکھا ہے:

لما حوروا احراز کل فضلیة　　غلب الحیاء علیهم فتلثموا

بعض اور اتفاقی امور سے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ مثلاً جو لوگ حسین اور خوشرو ہوتے تھے، اس خیال سے کہ نظرِ بد سے محفوظ رہیں، چہرے پر نقاب ڈال کر باہر نکلا کرتے تھے۔ اس کی مثالیں زمانۂ اسلام میں بھی ملتی ہیں۔

مقنع کندی جو دولت بنو امیہ کا مشہور شاعر تھا، اسی خیال سے ہمیشہ نقاب ڈال کر باہر نکلتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ طریقہ زیادہ تر مروج ہو گیا اور بڑے مجمعوں میں اکثر لوگ برقع پہن کر شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ بازارِ عکاظ میں اہلِ عرب عموماً چہروں پر نقاب ڈال کر آتے تھے۔ علامہ احمد ابن ابی یعقوب، جو نہایت قدیم زمانے کا مورخ تھا، اپنی تاریخ کی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

و كانت العرب تحضر سوق عكاظ و علی وجوهها البراقع فيقال أن أول عربي كشف قناعه ظريف بن غنم الغبري ففعلت العرب مثل فعله۔

''یعنی اہلِ عرب عکاظ کے بازار میں آتے تھے اور ان کے چہروں پر برقعے پڑے ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اوّل جس عربی نے برقع اتارا وہ ظریف بن غنم الغبری تھا۔ اس کے بعد اوروں نے بھی اس کی تقلید کی۔''

گو بعض وقتوں میں خاص اسباب اس طریقہ کے اختیار کرنے کے باعث ہوئے لیکن اصل میں جس چیز نے اس طریقہ کی بنیاد قائم کی تھی، وہ دو امر تھے:

۱- جسمانی حفاظت جس کا ذکر حمیر کے ذکر میں آ چکا ہے۔ حمیر میں تو عام و خاص سب اس طریقہ کو برتنے لگے تھے لیکن دیگر قبائل میں یہ طریقہ امراء اور اعیان کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ اس قسم کے تکلف اور آرام طلبی کی خواہش صرف امیروں کو ہی ہو سکتی تھی۔ رفتہ رفتہ ضرورت کی قید اٹھ گئی اور صرف اس خیال سے کہ نقاب اور برقع امراء کا امتیازی لباس ہے، بے وجہ اور بے ضرورت بھی اس کا استعمال ہونے لگا۔

۲- امتیاز اور خصوصیت کا خیال۔ یہ خیال عجیب تدریج کے ساتھ قائم ہوا۔ ابتدائی زمانہ میں اہلِ عرب، امیر ہوں یا غریب سب ایک سی حالت میں رہتے تھے۔ لیکن جس قدر تمدن کو ترقی ہوتی گئی اسی نسبت سے امتیازات قائم ہوتے گئے۔ ان میں سب سے مقدم یہ تھا کہ امراء

اور سردارانِ قوم کے دربار عام نہ ہونے چاہئیں۔ چنانچہ جاہلیت ہی کے زمانے میں دربان اور حاجب کے عہدے قائم ہو چکے تھے اور سلاطین اور سردارانِ قبائل کے دروازوں پر اس قسم کی روک ٹوک ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ خیال یہاں تک بڑھا کہ بادشاہ دربار میں بھی بیٹھتے تو اس طرح کہ اس کے جمال کی دولت عام نہ ہونے پائے۔ چنانچہ بعض سلاطینِ عرب صرف اسی خیال سے برقع کا استعمال کرتے تھے۔

عباسیوں کی خلافت میں ایک زمانے تک یہ طریقہ کار تھا کہ خلیفہء وقت ایک پردے کی اوٹ میں بیٹھتا تھا اور تمام شاہی احکامات پردے کی اوٹ سے صادر ہوتے تھے۔ اس میں اسی خیال کا پرتو پایا جاتا ہے۔

جس زمانے میں اس طریقۂ کار کی ابتداء ہوئی، اس وقت تو عورتیں اس رسم کے ساتھ مخصوص نہ تھیں لیکن مردوں سے یہ التزام نبھ نہ سکا۔ چنانچہ جب عکاظ میں ظریف بن غنم نے چہرے سے نقاب ہٹایا تو تمام عرب اس کے مقلد بن کر اس قید سے آزاد ہو گئے۔ کبھی کبھی کسی نے شوقیہ یا فخر کے لحاظ سے استعمال کیا تو وہ رواج عام کے خلاف سمجھا گیا۔ البتہ عورتوں میں یہ رسم اسلام کے زمانہ تک باقی رہی جس کو اسلام نے اور بھی باقاعدہ اور لازمی کر دیا۔ جس شخص نے عرب جاہلیت کے حالات غور سے پڑھے ہیں، وہ تو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن عام خیال چونکہ یہ ہے کہ پردے کا رواج اسلام کے زمانہ سے ہوا اس لیے ہم متعدد قطعی شہادتیں پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ اس قسم کا پردہ اسلام سے پہلے بھی موجود تھا۔

عرب جاہلیت کے حالات معلوم کرنے کے لیے سب سے عمدہ اور مستند ذریعہ شعراءِ جاہلیت کے اشعار ہیں۔ اس لیے اس دعوے کے ثبوت میں ہم جاہلیت کے متعدد اشعار نقل کرتے ہیں:

ربیع بن زیاد عبسی جو جاہلیت کا ایک مشہور شاعر تھا، مالک بن زبیر کے مرثیہ میں کہتا ہے:

من کان مسرورا بمقتل مالک　　　فلیأت نسوتنا بوجه نهار

جو شخص مالک کے قتل سے خوش ہوا وہ ہماری عورتوں کو دن میں آ کے دیکھے

یجد النساء حواسرًا یندبنه　　　یلطمن أوجههن بالأسحار

وہ دیکھے گا عورتیں برہنہ سر نوحہ کر رہی ہیں، اپنے چہروں کو صبح دوہتڑ مار رہی ہیں

قد كن يخبأن الوجوه تسترا فاليوم حين برزن للنظار

وہ شرم سے ہمیشہ اپنا چہرہ چھپایا کرتی تھیں لیکن آج دیکھنے والوں کے سامنے بے پردہ آئی ہیں

علامہ تبریزی نے تَستُّرًا کی شرح میں لکھا ہے عفةً و حیاءً یعنی وہ عفت اور شرم کی وجہ سے چہرہ چھپایا کرتی تھیں۔

عمرو بن معدیکرب ایک سخت واقعہء جنگ کے ذکر میں لکھتا ہے کہ

وبدت لميس كأنها!! بدر السماء إذا تبدا

اور لمیس کا چہرہ کھل گیا گویا کہ آسمان سے چودھویں کا چاند ظاہر ہو گیا

عمرو بن معدیکرب، اگر چہ مخضرمی شاعر ہے یعنی اس نے اسلام کا زمانہ بھی پایا تھا لیکن یہ اشعار اسلام کے قبل کے ہیں۔

ایک اور جاہلی شاعر جس کا نام سبرۃ بن عمر فقعسی ہے اپنے دشمنوں پر طعن کرتا ہے اور کہتا ہے:

ونسوتكم في الروع بادو جوهها يخلن إماء والإماء حرائر

یعنی لڑائی میں تمہاری عورتوں کے چہرے کھل گئے تھے اور اس وجہ سے وہ لونڈیاں معلوم ہوتی تھیں حالانکہ وہ آزاد تھیں۔

نابغہ ذبیانی جو زمانۂ جاہلیت کا مشہور شاعر تھا، نعمان بن منذر کا بڑا مقرب درباری تھا، ایک دفعہ نعمان کی ملاقات کو گیا۔ اتفاق سے وہاں نعمان کی بیوی جس کا نام متجردہ تھا بیٹھی تھی۔ نابغہ دفعتًا جا کھڑا ہوا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اضطراب میں دوپٹہ گر گیا۔ متجردہ نے فورًا ہاتھوں سے چہرے کو چھپالیا۔ نابغہ کو یہ ادا نہایت پسند آئی، اس پر اس نے ایک قصیدہ لکھا جس میں اس واقعہ کو اس طرح ذکر کیا ہے:

سقط النصيف ولم ترد إسقاطه فتناولته واتقتنا باليد

دوپٹہ گر گیا اور اس نے قصدًا نہیں گرایا، اس نے دوپٹہ سنبھالا اور ہاتھوں سے پردہ کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اہلِ عرب نے زمانۂ جاہلیت میں لباس کے متعلق بہت ترقی کر لی تھی۔ اگر چہ یہ ترقیاں صرف امراء اور سردارانِ قبائل تک محدود تھیں لیکن جن لوگوں میں تھیں، پوری تہذیب اور شائستگی کے ساتھ تھیں۔ عورتوں کے لیے لباس کی جو اقسام اس وقت تک ایجاد ہو چکی

تھیں، وہ جسم کے ہر حصے کے لیے بخوبی پردہ پوش تھیں۔لباسوں کا یہ تنوع زیادہ تر فخر و امتیاز کی بناء پر تھا اور یہی وجہ تھی کہ عوام کا طبقہ اس سے محروم تھا۔ جہاں تک ہماری تحقیق ہے، عورتوں کے لباس کے متعلق دولت بنو امیہ اور عباسیہ کے عہد میں کوئی معتد بہ اضافہ نہیں ہوا یعنی زمانۂ جاہلیت میں جس قدر لباس ایجاد ہو چکے تھے، اس سے زیادہ اقسام پیدا نہیں ہو سکیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پردہ اور سترِ بدن کا خیال جاہلیت ہی میں خوب زور پکڑ چکا تھا۔ عورتیں مختلف وضع کے کُرتے استعمال کرتی تھیں جن کی قسمیں سات آٹھ سے کم نہ تھیں اور اسی اعتبار سے ان کے مختلف نام تھے مثلاً درع، اتب، قل، صدار، مجول، شوذر، خمیعل۔ ان میں باہم بہت خفیف فرق ہوتا تھا۔ ان کی وضع محرم، کمری، فتوحی اور قمیص سے ملتی جلتی تھی۔ اشعارِ جاہلیت میں قریباً یہ سب نام ملتے ہیں۔

ان کپڑوں کی ترتیب یہ تھی کہ سب سے پہلے ایک رومال سر پر باندھا جاتا تھا جس سے سر کے دونوں اگلے اور پچھلے حصے چھپ جاتے تھے لیکن بیچ کا حصہ کھلا رہتا تھا۔ اس کو بخنق کہتے تھے۔ اس کے بعد ایک اور رومال باندھتے جس سے یہ مقصود ہوتا تھا کہ بالوں میں تیل لگا ہو تو اس میں جذب ہو کر رہ جائے اور دوپٹہ میں نہ لگنے پائے۔ اس کا نام غفارہ تھا۔ غفارہ کے اوپر مختلف طول وعرض کے دوپٹے استعمال کیے جاتے تھے جن کے نام ہیں: صدار، خمار، نصیف، مقنعہ، مقجر، رداء۔ خمار نہایت چھوٹا ہوتا تھا۔ اس سے بڑا نصیف اور نصیف سے بڑا مقنعہ و ہکذا۔ خمار وغیرہ کو اکثر اس انداز سے خواتین اوڑھتی تھیں کہ چہرے کا اکثر حصہ چھپ جاتا تھا۔ اسی بناء پر شاعر کا قول ہے:

سقط النصيف ولم ترد إسقاطه فتناولته واتقتنا باليد

فخر على الألائة لم يوسد! وقد كان الدماء لها خمار

لیکن خاص چہرے کی حفاظت کے لیے برقع ہوتا تھا جس کی مختلف قسمیں تھیں۔ جو صرف آنکھ تک کا ہوتا تھا اس کو وصواص کہتے تھے۔ اس سے نیچا نقاب کہلاتا تھا۔ نقاب سے نیچا لفام اور اس سے نیچا لثام کے نام سے موسوم تھا۔ لفام کی حد ہونٹوں سے متجاوز نہ تھی۔ سب سے بڑا نقاب جو چہرے بلکہ سینہ کو بھی چھپاتا تھا جبشہ کہلاتا تھا۔ نقاب کی یہ تمام اقسام زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہو چکی تھیں اور استعمال کی جاتی تھیں۔ اشعارِ ذیل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:

أرين محاسنا وكنن أخرى وثقبن الوصاوص للعيونا

يضيئ لنا كالبدر تحت غمامة   وقد زلّ عن غر الثنايا لفامها

غرض لباس کا پردہ تمام عرب میں جاری تھا اور بجز عوام اور کنیزوں کے تمام عورتیں اس کی پابند تھیں۔

بعض مثالیں اس رسم کے خلاف ملتی ہیں مگر وہ نہایت شاذ ہیں لیکن دوسری قسم کا پردہ یعنی عورتوں کا مردوں کی سوسائٹیوں میں شریک نہ ہوسکنا زمانۂ جاہلیت میں بالکل نہ تھا۔ عورتیں عموماً مجلسوں، بازاروں، لڑائیوں میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ بازارِ عکاظ میں جہاں شعراء طبع آزمائیاں کرتے تھے، شاعرہ عورتیں جاتی تھیں اور ان کے مستقل دربار قائم ہوتے تھے۔ وہ عام مجمع میں قصیدے پڑھتی تھیں اور تحسین و آفرین کے صلے حاصل کرتی تھیں۔

ایک بار خَنساء جو مرثیہ کہنے میں تمام عرب میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھی، عکاظ میں گئی اور نابغہ ذبیانی کے سامنے، جو اس وقت اُستاذ الشعراء تھا، اپنا قصیدہ پڑھا۔ نابغہ نے کہا کہ افسوس! ابھی ایک شخص کو میں ''اشعر العرب'' کا خطاب دے چکا ہوں، ورنہ تجھ کو یہ خطاب دیتا۔ تاہم کہتا ہوں کہ تو عورتوں میں سب سے بڑی شاعرہ ہے۔ خنساء نے کہا نہیں بلکہ میں ''اشعر الرجال والنساء'' ہوں۔

عام قاعدہ تھا کہ کسی گاؤں میں کسی شاعر کا گذر ہوتا تو وہاں کی تمام عورتیں اس کے پاس آتی تھیں اور شعر پڑھنے کی فرمائش کرتی تھیں اور چونکہ وہ عموماً سخن فہم ہوتی تھیں، شعراء بھی بڑے ذوق سے ان کو اپنے اشعار سناتے تھے۔ غرض مشاعرہ، منافرہ، میلے، بازار، دنگل، میدان جنگ، کوئی ایسا مجمع و مجلس نہ تھی جس میں عورتیں بلا تکلف شریک نہ ہوتی ہوں۔

یہ زمانۂ جاہلیت کا حال تھا۔ اسلام کے زمانے سے نیا دور شروع ہوا۔ اس عہد میں جو تغیرات اور اصلاحات ہوئیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اسلام نے سب سے پہلے اصلاح یہ کی کہ جاہلیت کے کُرتوں کے گریبان بہت چوڑے ہوتے تھے جس سے سینے نظر آتے تھے، اس پر ذوقعدہ ۵ھ میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

''اور چاہیے کہ وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں''۔

عینی نے بخاری کی شرح میں اس موقع پر لکھا ہے:

''یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کہ اُن کے گریبان چوڑے ہوتے تھے جن سے اُن کے سینے اور اس کے اطراف نظر آتے تھے اور وہ دوپٹوں کو پشت کی طرف ڈالتی تھیں جس سے سینے کھلے رہ جاتے تھے، اس لیے اُن کو حکم ہوا کہ سامنے ڈالیں تاکہ سینہ چھپ جائے''۔

نقاب اور برقع اگرچہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں پہلے سے جاری تھا لیکن مدینہ منورہ میں یہود کے اختلاط کی وجہ سے اس کا رواج کم ہو چلا تھا۔ اکثر عورتیں کھلے منہ نکلتی تھیں۔ اس پر یہ آیت اتری:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ
يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ

''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی بیویوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادر ڈال لیا کریں (یعنی چادروں سے منہ چھپا لیا کریں)''۔

اس آیت سے متعلق تین حیثیت سے بحث ہو سکتی ہے:

آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

آیت کے معنی کیا ہیں؟

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ عمل کیا رہا؟

شان نزول کے متعلق تفسیر ابنِ کثیر میں جو محدثانہ تفسیر ہے یہ تصریح ہے:

كان ناس من فساق أهل المدينه يخرجون بالليل حين يختلط الظلام إلى طريق المدينة فيعرضون للنساء و كانت مساكن أهل المدينة ضيقة فإن كان الليل خرج النساء إلى الطريق ليقضين حاجتهن فكان أولئك الفساق يبتغون ذلك منهن فإذا رأوا المرأة عليها جلباب قالوا هذه حرة فكفوا عنها وإذا رأوا المرأة ليس عليها جلباب قالوا هذه أمة فوثبوا عليها۔

''مدینہ میں بدمعاشوں کا ایک گروہ تھا جو رات کی تاریکی میں نکلتا تھا اور عورتوں کو چھیڑتا تھا۔ مدینہ کے مکانات چھوٹے اور تنگ تھے۔ رات کو جب عورتیں قضائے حاجت کے

لیے گھروں سے نکلتی تھیں تو یہ بدمعاش ان سے برا ارادہ کرتے تھے۔ جس عورت کو دیکھتے تھے کہ چادر میں چھپی ہوئی ہے اس کو شریف زادی سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے ورنہ کہتے تھے یہ لونڈی ہے اور اس پر حملہ کرتے تھے''۔

طبقات ابنِ سعد جو نہایت قدیم یعنی تیسری صدی کی تصنیف ہے اس میں بھی یہی شانِ نزول لکھا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

كان رجل من المنافقين يتعرض لنساء المؤمنين يؤذيهن فإذا قيل له قال كنت أحسبها أمة فأمرهن الله أن يخالفن ذي الإماء ويدنين عليهن من جلابيبهن تخمر وجهها إلا إحدى عينها۔

''ایک منافق تھا جو مسلمان عورتوں کو چھیڑا کرتا تھا تو جب اس سے کہا جاتا تھا تو کہتا تھا کہ میں نے اس کو لونڈی سمجھا تھا۔ اس بناء پر خدا نے عورتوں کو حکم دیا کہ لونڈیوں کی وضع نہ بنائیں اور اپنے اوپر چادریں ڈال لیں اس طرح کہ بجز ایک آنکھ کے باقی سب چہرہ چھپ جائے''۔

تفسیر کشاف میں ہے:

فأمر أن يخالفن بزيهن عن ذي الإماء بلبس الأردية والملاحف وستر الرؤوس والوجوه۔

''اس لیے ان کو حکم ہوا کہ لونڈیوں کی وضع سے الگ وضع اختیار کریں یعنی چادریں اور برقع استعمال کریں اور سر اور چہرہ چھپائیں''۔

ان تصریحات میں ایک خاص امر یاد رکھنا چاہیے۔ وہ یہ کہ ابنِ کثیر کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آزاد خواتین اور لونڈیوں کے لباس اور وضع میں فرق تھا اور وہ یہ تھا کہ آزاد خواتین چادروں سے چہرہ چھپاتی تھیں اور لونڈیاں کھلے منہ نکلتی تھیں۔ اشعارِ جاہلیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے:

ونسوتكم في الروع بادوجوهها يخلن إماء والإماء حرائر

یعنی لڑائی میں تمہاری عورتوں کے چہرے کھل گئے تھے اور اس وجہ سے وہ لونڈیاں معلوم

ہوتی تھیں حالانکہ وہ آزاد تھیں۔

ابن کثیر کی عبارت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے زمانے میں یہ فرق قائم تھا اور اسی وجہ سے جب کوئی آزاد خاتون کھلے منہ نکلتی تھی تو بدمعاشوں کو ان کے چھیڑنے کے لیے یہ عذر ہاتھ آتا تھا کہ ہم نے ان کو لونڈی سمجھا تھا۔

آیت کے معنی کے متعلق دو لفظ بحث طلب ہیں، جلباب اور ادناء۔ جلباب کے معنی میں اگرچہ متأخرین نے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں لیکن محقق یہ ہے کہ جلباب ایک قسم کا برقع اور چادر تھی جو تمام کپڑوں سے زیادہ وسیع ہوتی تھی اور اس لیے سب کے اوپر استعمال کی جاتی تھی جس طرح آج کل ترکی خواتین فراجہ استعمال کرتی ہیں۔ تفسیر عماد ابن کثیر میں ہے:

والجلباب هو الرداء فوق الخمار قاله ابن مسعود وعبيدة والحسن البصري وسعيد بن جبير وابراهيم النخعي وعطاء الخراساني وغير واحد۔

''جلباب چادر کو کہتے ہیں جو خمار کے اوپر استعمال کی جاتی ہے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، عبیدہ رضی اللہ عنہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ، عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے جلباب کے یہی معنی بیان کیے ہیں''۔

دوسرا لفظ جو بحث طلب ہے، وہ ادناء ہے۔ ادناءِ جلباب کے معنی تمام مستند مفسرین نے جو فنِ لغت کے بھی امام ہیں، منہ چھپانے کے لکھے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور تمام صحابہ میں فنِ تفسیر کے اعتبار سے ممتاز ہیں۔ ان کا قول تفسیر ابنِ کثیر میں علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلباب ويبدين عينا واحدة۔

''اللہ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ جب گھر سے کسی کام کو نکلیں تو سر سے چادر اوڑھ کر چہروں کو چھپالیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں''۔

تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

قال ابن عباس وأبو عبيدة أمر نساء المؤمنين أن يغطين رؤوسهن ووجوههن

بالجلابیب إلا عیناً واحدۃ۔

''ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ خدا نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ چادر سے اپنا سر اور چہرہ چھپالیں بجز ایک آنکھ کے''۔

تفسیرِ کشاف میں ادناءِ جلباب کی یہ تفسیر کی گئی ہے:

یرخینھا علیھن ویغطین بھا وجوھن

''چادر کو اپنے اوپر ڈال لیں اور چہرے کو چھپالیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، ابنِ کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ، بغوی رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اس درجہ کے لوگ ہیں کہ ان کے مقابلہ میں اگر کسی مخالف کا قول ہوتا بھی تو اس کی کیا وقعت ہوسکتی تھی؟ لیکن جہاں تک ہم کو معلوم ہے، شاذ و نادر کے سوا تمام اہلِ لغت اور مفسرین نے یہی معنی بیان کیے ہیں۔

پردے کے متعلق تمام دنیا میں مسلمانوں کا جو طریقِ عمل رہا ہے وہ یہ تھا کہ کبھی کسی زمانہ میں عورتیں بغیر برقع اور نقاب کے باہر نہیں نکلتی تھیں اور نامحرموں سے ہمیشہ منہ چھپاتی تھیں۔ یہاں تک کہ یہ امر معاشرت کا سب سے مقدم مسئلہ بن گیا تھا۔ تصدیق اس کی واقعاتِ ذیل سے ہوگی:

ایک دفعہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ میں فلاں عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے جا کر اسے دیکھ لو۔ انھوں نے جا کر اس عورت کے والدین سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام سنایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرتے تھے، محتاجِ بیان نہیں، تاہم والدین کو ناگوار ہوا کہ اِن کی لڑکی اُن کے سامنے آئے اور یہ اُس پر نظر ڈال سکیں۔ لڑکی پردے میں سے یہ باتیں سن رہی تھی بولی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے تو تم مجھ کو آ کر دیکھ لو ورنہ میں تم کو خدا کی قسم دلاتی ہوں کہ ایسا نہ کرنا۔ یہ واقعہ سننِ ابنِ ماجہ باب النکاح میں مذکور ہے۔

محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہما ایک صحابی تھے۔ انھوں نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی اور اس کے لیے چاہا کہ چوری چھپے کسی طرح اس عورت کو دیکھ لیں۔ لیکن موقع نہیں ملتا تھا۔ ایک دن وہ عورت اپنے

باغ میں گئی۔ انھوں نے موقع پا کر اسے دیکھ لیا۔لوگوں کو معلوم ہوا تو نہایت تعجب سے انھوں نے ان سے کہا کہ آپ صحابی رضی اللہ عنہ ہو کر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کسی عورت سے شادی کا ارادہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ پہلے اس کو دیکھ لیا جائے۔(ابنِ ماجہ، باب النکاح)

صاحبِ اغانی نے اخطل کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ اخطل سعید بن ایاس کا مہمان ہوا۔سعید نے بڑے تپاک سے مہمانداری کی۔ یہاں تک کہ اس کی دونوں لڑکیاں، جن کا نام زعوم وامامہ تھا، اخطل کی خدمت گزاری میں مصروف رہیں۔دوسری دفعہ جب اخطل کو یہ موقع پیش آیا تو لڑکیاں جوان ہو چکی تھیں اس لیے اخطل کے سامنے نہ آئیں۔اغانی کے خاص الفاظ یہ ہیں:

ثم نزل علیه ثانیة وقد کبرتا فحجبتا فسأل عنهما وقال

أین ابنتاک، فأخبر بکبرهما

''اخطل دوبارہ سعید کا مہمان ہوا تو لڑکیاں بڑی ہو چکی تھیں اس لیے انھوں نے پردہ کیا۔
اخطل نے پوچھا کہ تیری لڑکیاں کہاں ہیں؟ سعید نے کہا اب وہ بالغ ہوگئی ہیں''

ان تمام واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کا پردہ کرنا اور منہ چھپانا مسلمانوں کی معاشرت تھی۔اس موقع پر ہم دوبارہ اپنے قومی نامور مصنف (مولوی امیر علی) کے ان الفاظ کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ:

''خلفاء کے زمانے تک اعلیٰ طبقہ کی عورتیں بلا برقع کے مردوں کے سامنے آتی تھیں''۔ **ذلک مبلغهم من العلم!**

مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ

التماس بخدمت برادرانِ وطن

متعلق مسئلۂ حجاب

آپ سب صاحب واقف ہیں کہ پردے کا حکم مسلمانوں کے ہاں ایسا ہی تاکیدی ہے جیسا کہ اور فرائض اور واجبات کا۔ تمام دنیا کی قوموں میں صرف مسلمانوں ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ ان کے ننگ و ناموس کو نامحرموں کے سامنے آنے سے منع کیا گیا ہے۔ مگر انگریزی عمل داری کی خاصیت سے آپ بخوبی واقف ہیں کہ وہ پردہ نشینی کی دشمن ہے اور عورتوں کی آزادی اور خودمختاری کی حامی ہے۔ اگرچہ وہ جبراً کسی کے پردے میں دست اندازی نہیں کرتے مگر چونکہ آزادی اور بے قیدی ہمیشہ انسان کو مرغوب ہوتی ہے اور حکمران قوم کی پیروی کرنے کو ہر ایک کا جی چاہتا ہے، اس سبب سے ان کی دیکھا دیکھی ہندوستان کی اکثر پردہ نشین قوموں میں خودبخود پردہ کم ہوتا جاتا ہے۔ ہندوؤں کی بعض قومیں جنہوں نے مسلمانوں سے پردے کی رسم سیکھی تھی، ان کے ہاں سے اب یہ رسم کم ہوتی جاتی ہے اور برہمو ہندو جو ایک جدید فرقہ ہندوستان میں پیدا ہوا ہے وہ لوگ تمام ہندوستان میں کوشش کرتے پھرتے ہیں کہ یہ رسم بالکل اس ملک سے جاتی رہے۔ وہ برابر رسالوں اور اخباروں اور کتابوں میں پردے کے خلاف مضمون لکھ کر چھپواتے ہیں اور پردے کی برائی پر بیسیوں دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں بھی بیسیوں قومیں ایسی ہیں جن کے ہاں پردے کی رسم جاری نہیں ہے۔ صرف چار قومیں شیخ، سید، مغل، پٹھان برائے نام پردے کی پابند رہ گئی ہیں۔ مگر شہروں میں ان کے پردے کی حقیقت یہ ہے کہ ڈولیوں میں، بہلیوں میں اور رتھوں میں بیٹھنے کا نام پردہ رہ گیا ہے۔ باقی بیاہ شادیوں کی مجلسوں میں اکثر جگہ پردہ بالکل اٹھ جاتا ہے۔

اس سے بڑھ کر شہروں اور قصبوں میں عموماً یہ خرابی پھیلی ہوئی ہے کہ شرعی محرموں کے سوا بیسیوں نامحرموں سے بھی پردہ نہیں کیا جاتا بلکہ شہروں کے لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ خرابی قصبات میں بہ

نسبت شہروں کے زیادہ پھیلی ہوئی ہے۔

دلی میں ایک روز ایک دوست کے مکان پر چند احباب جمع تھے اور میں بھی وہاں موجود تھا۔ ایک شخص نہایت دریدہ دہن اور آزاد منش اتفاقاً وہاں وارد ہوئے۔ اثنائے صحبت میں شہر کے بعض خاندانوں کی خرابی کا ذکر چلا اور ایک صاحب نے قصبات کے لوگوں کے چال چلن کی تعریف کی۔ اس پر اُس شخص نے کہا "آپ قصبات کے حالات سے واقف نہیں ہیں، قصبات کا حال شہروں سے بدتر ہے" اور خواجہ اور شاہجہاں پور کی چند مثالیں بیان کیں۔ اس کے بعد یہ کہا کہ "قصبات جو زیادہ بدنام نہیں ہیں، اس کا یہ سبب ہے کہ وہاں ہر ایک خاندان کے مرد عورت ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں۔ اس لیے جو اندرونی خرابیاں وہاں پیدا ہوتی ہیں، ان کا اعلان بہت کم ہوتا ہے"۔ اس پر میں نے کہا کہ "برا کام سات پردوں میں بھی کیا جائے گا، ممکن نہیں کہ آخر کار اس کی رسوائی اور تفضیح نہ ہو۔ پس نیک نام وہی خاندان اور وہی بستیاں رہ سکتی ہیں جو حقیقت میں ہر ایک داغ اور دھبے سے پاک ہیں۔ اگر اندرونی خرابیوں کا اعلان کم ہوتا ہے تو کیا سبب ہے کہ قلعہ تمام دنیا سے زیادہ بدنام تھا۔ قلعے میں تمام شاہی خاندان کے مرد عورت ایک دوسرے کے سامنے آتے تھے اور وہاں جس قدر خرابیاں تھیں وہ اندرونی تھیں"۔ انھوں نے کہا کہ "قلعے کی بدنامی کا سبب یہ تھا کہ وہاں اندرونی اور بیرونی دونوں طرح کی خرابیاں انتہاء کے درجے کو پہنچ گئی تھیں۔ قصبات میں بیرونی خرابیاں بالکل نہیں ہیں اور اندرونی خرابیاں بھی زیادہ نہیں بڑھیں"۔ اس تقریر پر گفتگو ختم ہوگئی۔

اگرچہ بعض قصبات کی نسبت ان کا یہ قول بالکل صحیح تھا، مگر جہاں تک میرا علم ہے میں نہایت وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا قصبہ آج تک ہر ایک داغ دھبے سے پاک رہا ہے اور جیسی مذموم اور قبیح باتیں بڑے بڑے شہروں میں ہمیشہ سنی جاتی ہیں ویسی ایک بات بھی یہاں کے شریف خاندانوں میں نہیں سنی گئی۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ نامحرم رشتہ داروں کے سامنے آنے کا طریقہ، قطع نظر اس کے کہ احکامِ خدا اور رسول ﷺ کے برخلاف ہے، اس زمانے کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر بالخصوص نہایت خطرناک معلوم ہوتا ہے۔

جس قدر شرم و حجاب شریف خاندانوں کے مرد و عورت میں آج سے تیس چالیس برس پہلے دیکھا جاتا تھا، اب اس کا عشر عشیر بھی نہیں دیکھا جاتا۔ اس کے سوا پہلے عورتوں کے لباس کی وضع ایسی سیدھی سادی تھی کہ نامحرم رشتہ داروں کے سامنے آنے سے کوئی برا خیال پیدا نہ ہوتا تھا لیکن اب حالت اس کے بالکل برخلاف ہے۔ پہلے ہر ایک محلے میں آدمیوں کی کثرت تھی، کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں دس پندرہ آدمی مرد و عورت موجود نہ ہوں۔ اب گھر کے گھر سونے پڑے ہیں۔ کسی گھر میں ایک عورت رہتی ہے، کسی میں دو عورتیں رہتی ہیں۔ اس کے سوا تمام شریف خاندانوں میں چرخا کاتنے کا رواج تھا۔ مستورات جب گھر کے کاروبار سے فارغ ہوتی تھیں چرخا پونی اور اٹیرنوں میں مصروف رہتی تھیں۔ اب اس کا رواج بہت کم گھروں میں نظر آتا ہے اور عورتوں کی فرصت کے اوقات پان کھانے اور چھالیاں کترنے میں صرف ہوتے ہیں۔ صرف بال بچوں والی عورتیں، بچوں کی خبر گیری اور ان کے کھلانے، پہنانے اور نہانے دھلانے میں کسی قدر مصروف رہتی ہیں، باقی سب بے کار رہتی ہیں اور بے کاری تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ ایسی حالت میں نامحرم رشتہ داروں کا گھر میں بلا حجاب آنا نہایت خطرناک ہے۔ اگر ابھی سے اس خطرناک رسم کا انسداد نہ کیا گیا تو آئندہ سخت دشواریاں پیش آئیں گی۔ کیوں کہ

سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل　　　چو پر شد نشاید گزشتن بہ پیل

آپ نے سنا ہوگا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جن کی طہارت و عفت پر خدائے پاک نے قرآنِ مجید میں گواہی دی ہے، ایک بار دیکھا کہ اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تنہا بیٹھی ہوئی کچھ باتیں کر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "اے ابو بکر! کیا شیطان کو دور سمجھتے ہو کہ اس طرح مخلّی بالطبع ہو کر جوان بیٹی سے باتیں کر رہے ہو؟"

جائے غور ہے کہ جب ایسے پاک زمانے میں اور ایسے باپ اور ایسی بیٹی کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال ہو تو اس ناپاک اور نجس زمانے میں نامحرموں کی نسبت کیوں کر عفت اور طہارت کے سوا اور کوئی خیال نہیں ہو سکتا۔

شاید کوئی صاحب یہ خیال کریں کہ نامحرم رشتہ داروں کے سامنے آنا اس زمانے میں قدیم سے

جاری ہے اور آج تک اس رسم سے کوئی قباحت یا خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ ہاں بے شک یہ رسم قدیم سے یہاں چلی آتی ہے لیکن اُس زمانے میں اور حال کے زمانے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اُس زمانے میں عورتیں محکوم تھیں اور مرد حاکم تھے۔ اس زمانے میں مرد محکوم ہیں اور عورتیں حاکم ہیں۔ اُس زمانے میں بڑے بڑے گھر کی بیویاں جو لباس پہنتی تھیں وہ آج کل لونڈی باندیوں کے بھی خاطر میں نہیں آتا۔ جس قدر آرائش وزیبائش کے سامان آج ایک پنساری کو میسر آسکتے ہیں، اس وقت امیر زادیوں کو بھی نصیب نہ تھے۔ اُس زمانے میں اپنے قصبے کے لباس اور چال چلن کے سوا کسی غیر شہر کا لباس یا چال چلن نہ کبھی آنکھوں سے دیکھا جاتا تھا نہ کانوں سے سنا جاتا تھا۔ اب ہر روز نت نئی تراش وخراش آنکھوں سے دیکھی جاتی ہے اور دنیا کے عجیب وغریب معاملات کانوں سے سنے جاتے ہیں۔ اس کے سوا قدیم اور حال کے زمانے میں اور بہت سے تفاوت اور امتیاز ہیں جن کا بیان کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

پس آپ صاحبوں سے میری یہ درخواست ہے کہ اس معاملے کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے بعد اگر آپ کے نزدیک بھی یہ رسم موقوف کرنے کے قابل ہو تو مردانہ وار اس کے انسداد کے لیے کھڑے ہو جائیں اور جہاں جہاں آپ کی دسترس ہو، وہاں سے اس رسم کو موقوف کرادیں۔

اگرچہ کہیں کہیں اس رسم کے توڑنے میں دقتیں پیش آئیں گی لیکن دقتیں ان خرابیوں سے بدرجہا کمتر ہوں گی جو اس رسم کے جاری رہنے سے خیال میں آتی ہیں۔ جو قومیں پردے کی پابند نہیں ہیں ان کو نہایت تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان پردے کی دقتوں اور تکلیفوں کو کیوں کر برداشت کرتے ہیں؟ حالانکہ ہم لوگوں کو کچھ بھی دقت معلوم نہیں ہوتی۔ پس اگر یہ رسم بھی موقوف ہو جائے تو جو دقتیں اس کے برطرف کرنے میں اس وقت معلوم ہوتی ہیں وہ چند روز کے بعد عادت میں داخل ہو جائیں گی اور کوئی اشکال باقی نہ رہے گا۔

سب سے پہلے میں اس رسم کو اپنے عشیرہ سے موقوف کرنے پر آمادہ ہوں اور میرا مصمم ارادہ ہے کہ میرے کنبے میں سے جس مرد یا عورت کو میری اس تجویز سے اتفاق نہ ہوگا، میں اس سے ہمیشہ کے لیے ملنا جلنا چھوڑ دوں گا۔

میری آپ صاحبوں سے بھی یہی التماس ہے کہ اگر اس رسم کو موقوف کرانا ہے تو آپ بھی ایسی ہی سختی اختیار کریں، ورنہ اگر صرف چند گھروں سے یہ رسم اٹھ گئی تو کوئی عمدہ نتیجہ پیدا ہونے کی توقع نہیں ہے۔

ہماری قوم کے شیعہ اور سنی صاحبوں کو چاہیے کہ اپنے اپنے عالموں سے پردے کا شرعی قاعدہ دریافت فرما کر اس کے موافق کاربند ہوں۔

آپ صاحبوں کو معلوم رہے کہ میں کچھ اوپر تیس برس سے شہر دہلی میں آمد و رفت رکھتا ہوں اور کم سے کم پندرہ سولہ برس اس شہر میں میرا قیام رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اس قدر مدت تک کسی جگہ رہے، اگر چہ وہ ایک مختصر گاؤں ہی ہو، تو بھی اس سے طبیعت مانوس ہو جاتی ہے، چہ جائے کہ دہلی جیسا شہر جو پردیسی کو چند روز میں اپنا دل دادہ اور مفتون کر لیتا ہے۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ ہزاروں پردیسیوں نے اپنا عزیز وطن چھوڑ کر یہاں کی بود و باش اختیار کر لی ہے۔ اس تقدیر پر مجھ کو بھی چاہیے تھا کہ میں اپنے عزیز وطن سے قطع تعلق کر کے دہلی کی بود و باش اختیار کر لیتا۔ لیکن میں نے آج تک ایسا نہیں کیا اور ہمیشہ دہلی کو پردیس سمجھتا رہا۔ اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ شہر اور قلعے کے اکثر خاندانوں کا حال جو سننے میں آتا تھا اور شہر کا مقابلہ اپنے قصبے کے خاندانوں کے چال چلن سے کیا جاتا تھا تو شہر کی سکونت اور اہل شہر کے میل جول سے نہایت نفرت اور اپنے وطن کی حد سے زیادہ قدر معلوم ہوتی تھی اور یہ ارادہ ہوتا تھا کہ اگر اتفاقاتِ قضاءِ قدر سے اپنی تمام عمر دہلی میں بسر ہو جائے تو بھی اس کو اپنا وطن بنانا اور اپنے وطنِ مالوف سے تعلق قطع کرنا نہیں چاہیے۔

اگر چہ اب تک میں اپنے اس ارادے پر قائم ہوں اور میری یہ رائے ہے کہ جو شخص غیرت اور حمیت رکھتا ہو اور جس کو اپنے ننگ و ناموس کی عفت اور پاک دامنی کا خیال ہو، اس کو قصبہ چھوڑ کر شہر میں کبھی بود و باش کرنی نہیں چاہیے۔ لیکن افسوس ہے کہ کچھ مدت سے قصبات کی حالت بھی نازک ہوتی جا رہی ہے اور آئندہ آثار اچھے نہیں نظر آتے۔

ہر چند کوئی قصبہ اور کوئی گاؤں اور کوئی شہر زمانے کی زبردست تاثیروں سے کسی طرح بچ نہیں سکتا، لیکن جب تک مسلمانوں میں اسلام باقی ہے اور شریعت کی قید سے آزاد نہیں ہوتے، اُس وقت تک ہمارے خاندانوں کی عفت اور پاک دامنی کی حفاظت کے لیے پردے کا ایک ایسا

پاک اور محکم قاعدہ موجود ہے جس پر زمانے کی تاثیر کا کوئی افسوں اور کوئی منتر چل نہیں سکتا۔ بعض مسلمان ممالک نے مکان، طعام، لباس اور سواری غرض کہ ہر چیز میں اہل یورپ کی پیروی اختیار کر لی ہے مگر چونکہ شریعت کی پابندی نے انھیں پردے سے آج تک آزاد ہونے نہیں دیا، اس لیے جس قدر عفت اور پاک دامنی وہاں کے مسلمانوں میں اب تک موجود ہے، یورپ کی کسی قوم میں اس کا دسواں حصہ بھی نہیں پایا جاتا۔

پس اے میرے بزرگو و عزیزو! پردے کے حکم اور مضبوط قاعدے کو ہاتھ سے نہ چھوڑو کہ اس اخیر زمانے میں صرف یہی ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس کی بدولت ہم تمام دنیا کی قوموں پر فخر کر سکتے ہیں اور صرف یہی ایک چیز ایسی ہے جس سے قوم میں غیرت اور حمیت باقی رہ سکتی ہے۔

وما علینا الا البلاغ! (پانی پت کے معززینِ شہر کے نام خط از مقالاتِ حالی' حصہ اوّل)

چہرے کا پردہ

(جماعتِ اسلامی میں کچھ عرصہ قبل بعض ایسی آراء کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی جن میں چہرے کے پردے کی نفی کی گئی تھی۔ مولانا نعیم صدیقی صاحب نے، جو اس وقت جماعتِ اسلامی میں شامل تھے، ان آراء سے اختلاف کرتے ہوئے ایک تحریر لکھی جسے افادۂ عام کے لیے اس کتاب میں شامل کیا جارہا ہے۔)

کچھ دوستوں نے مجھ سے لکھ کر بھی اور بالمشافہ بھی قریباً ایک سال کے عرصے میں بار بار پوچھا کہ کیا چہرے کو بے حجاب رکھنے کی پابندی ہے یا گھر سے باہر چہرہ کھلا یا بے حجاب رکھنے کا طریقہ بروئے کتاب وسنت وعقل جائز ہے، یا عورت کی اپنی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ چہرہ کھلا رکھے یا نہ رکھے۔ پوچھنے والوں نے یہ بھی کہا کہ ہمیں بتایا گیا، لکھا گیا یا ترغیب دلائی گئی کہ چہرہ کھلا رکھنا چاہیے۔

اس سوال پر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ ۱۹۴۱ء سے پہلے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر سوچا، تحقیق کی اور اپنے خیالات بیان فرمائے، حتیٰ کہ اخبار ''اَلْجَمِیْعَۃُ'' کی ادارت (۱۹۲۵ء تا ۱۹۲۸ء) کے زمانے میں اخباری مضامین اور واقعاتی احوال پر نوٹ لکھتے ہوئے بھی انھوں نے مسئلۂ حجاب پر لکھا، سوالوں کے جواب دیے، ''پردہ'' نامی کتاب میں تحقیق کا حق ادا کر دیا اور کتاب وسنت کی حکمتوں کو واقعاتی اور عقلی دلائل سے ثابت کر دیا۔ لوگ اس مسلک کو پہلے قبول کر کے جماعت کے اندر آئے، یا جماعت میں آکر انھوں نے قانونِ حجاب کو سمجھا۔ خود سمجھا ہی نہیں بلکہ اپنے گھروں میں رائج کیا اور اپنے دعوتی حلقوں میں اسے پیش کیا۔ نصف صدی سے زائد عرصے تک ایک جماعت کی جماعت اس مسلک پر پورے اطمینان سے چلتی رہی۔ حال یہ تھا کہ ''طلوعِ اسلام'' اس معاملے میں بھی اور دوسرے مسائل میں بھی مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر اور جماعت کو نشانہ بنا کر حملے کرتا رہا لیکن مولانا کے طوفانِ استدلال کے سامنے کوئی چٹان ٹک نہ سکی اور کسی خاتون کے برقعے کے قلعے کو ہزار طرح سے نشانہ بنانے والے ایک چھید تک نہ

کر سکے۔ عورت اگر ایمانیات اور دینی احکام و حدود کے معاملے میں استقامت و عزیمت پر آ جائے تو اٹکل پچو حجت بازیاں اور دانشورانہ مہارتیں یا مناصب وجاہ کی مرعوبیتیں اسے اپنی جگہ سے ایک سنٹی میٹر بھی نہیں ہلا سکتیں اور جب وہ دل سے مانتی ہو کہ میں خدا اور اس کی شریعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں کوئی پابندی اپنے اوپر نافذ کر کے چل رہی ہوں تو پھر اس کی ایمانی و شعوری اور جذباتی قوت کا کیا حساب؟

مجھے حیرت ہے کہ ایک معاملے میں برصغیر جتنے بڑے ملک کے صدہا عالموں اور ہزاروں ارکان اور لاکھوں متفقین اور خیر خواہوں کو (مرد ہوں یا عورتیں) ۵۰ سال سے زائد عرصے تک مولانا مودودی رحمہ اللہ کا مسلک اور ان کا استدلال اس قدر مطمئن اور ہم آہنگ رکھتا ہے کہ کبھی کوئی اضطرابی ہلچل واقع نہیں ہوتی اور کبھی کوئی بحثا بحثی پیدا نہیں ہوئی۔ کسی جماعت کو کسی نقطۂ نظر یا دینی مسئلے میں، یا معاشرتی طرزِ عمل میں اس درجہ کی یک آہنگی اور دلی تسلی حاصل ہو تو یہ وہ حالت ہوتی ہے کہ جسے حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت و کاوش اور تربیت و تزکیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب میری ناقص عقل اس حکمت کو نہیں جان سکی جس کی وجہ سے حاصل شدہ یکسوئی کو درہم برہم کر کے کوئی طاقت جماعت کو بحثا بحثی میں مبتلا کر کے اس کے اندر انتشار کے جراثیم پھیلا دینا چاہتی ہے۔ چہرہ کھلا رکھنے کی لڑائی لڑنے کا موقع اگر تھا تو وہ اب گزر چکا۔ اب تو گردن اور سینہ، سر اور زلفیں، کلائیاں اور شانے اور باریک لباسوں کی آڑ میں جسم کے ابھار اور خدوخال، بعض مثالوں کے مطابق پوری رانیں نہیں تو پنڈلیاں تک کھل چکیں۔ بہت سے بندھن کٹ چکے، بہت سے بٹن ٹوٹ چکے، بہت سے جامے چاک ہو چکے، اب تو اجتہاد فرمائیں تو مزید کسی حصۂ جسم کے کھولنے کا اجتہاد برائے ترقی فرمائیں۔ قافلۂ انقلابِ تہذیب نکل کر دور کہیں جا چکا، اب اس کے نقوشِ قدم کو پیٹنے سے کیا حاصل۔ ہاں اگر رجعت پسندی اور بنیاد پرستی (فنڈامینٹل ازم) کے کسی رہے سہے داغ کو دھونے کا پروگرام ہے تو یہ کام کارکنانِ قضاو قدر نے امریکہ کے سپرد کر دیا ہے۔ امریکہ کا دردِ سر آپ کیوں سمیٹتے ہیں؟۔ ان الفاظ کی بنیاد جس تصور پر ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت ہمارا معاشرہ ایک ملحدانہ و مادہ پرستانہ تہذیب کے حملۂ مسلسل کی زد میں ہے، بلکہ اسے بہت فتوحات حاصل ہو چکی ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ اس جنگاہِ تاریخ میں آپ اپنی تہذیب، اپنے دین، اپنے تصورات

اور قدروں کی حفاظت کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟۔ چہرے کھلوایئے تو یہ دشمن تہذیب کی بڑی فتح ہوگی۔عورتوں کو گھروں سے نکالنا، انھیں بے پردہ کرنا، کھلے چہروں کے ساتھ مخلوط معاشرت کے ایوان میں لانا تو اس تہذیب کے اعلان کردہ اور کتابوں میں شائع شدہ مطلوبات ہیں۔آپ نے ان کا منشاء پورا کر کے کون سا احسان ملت پر کیا۔آپ کو تو اسلامی اقدار و احکام کا احیاء کرنا تھا، آپ مغربی کلچر کے شکنجے میں کہاں جا پھنسے:

انھی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے، رات ان کی
انھی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے، بات ان کی

خدا کے لیے ان ہزارہا مردوں اور خواتین اور طالبات کے پائے استقامت کو اکھیڑنے کے لیے دلائل و نظائر لے کے نہ آیئے، یہ تعداد جو خدا کے کرمِ خاص سے بچ رہی ہے اور اپنی جگہوں سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹ رہی، اس کا احترام کیجیے اور اسے دشمن کلچر کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی ذلت پر مجبور نہ کیجیے۔جب کوئی چہرہ کھلے گا تو پھر اور بھی بہت کچھ کھلے گا، مگر ایسی مدہم رفتار سے کہ آپ چونکنے بھی نہ پائیں گے۔بہر حال خدا کی ہزار رحمتیں ہوں ان خواتین پر جنھوں نے چہرہ چھپانے کی سخت پابندی کو رضا کارانہ طور پر اختیار کیا، اور جزائے کثیر کی دعا ان کے لیے جنھوں نے گھروں میں نوخیز لڑکیوں اور کالجوں کی طالبات کو چہرہ چھپانے والے پردے کو اختیار کرنے کی مؤثر دعوت دی۔نتیجہ یہ کہ آج برقعوں کی بہت بڑی فصل لہلہا رہی ہے جس پر شرم و حیا، عفت و پاکیزگی اور خدمتِ دین اور جذبہء فلاحِ انسانیت کے خوشے لگ رہے ہیں۔میری آنکھیں ان کے خیال سے احتراماً جھک جاتی ہیں جو مخالف پردہ معاشرے اور نقیضِ پردہ تحریک کا برسوں سے بصد ہمت مقابلہ کر رہی ہیں، جبکہ ان کے گرد و پیش مردوں کے ضمیروں کے کشتوں کے پشتے لگے ہوئے ہیں اور عورتیں حملہ آور کے سامنے ہاتھ جوڑے خوشی منا رہی ہیں۔

خیر یہ معاملہ سامنے آیا تو سوچا کہ ایک بار مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''پردہ'' کو تو بغور دیکھ لوں اور مباحث کو تازہ کر لوں۔''پردہ'' کا مطالعہ کرتے ہوئے میں نے یہ محسوس کیا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کسی لحاظ سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔اللہ کا یہ بندہ اس وقت میدان میں نکلا جبکہ ابھی مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کی فتوحات اتنی نہ تھیں، خصوصاً عورت کے پردے کے معاملہ میں بات ابھی

زیادہ بگڑی نہ تھی۔ مگر بعد میں طوفان نے بتایا کہ کتنا ضروری کام مولانا مودودی ؒ کر گئے۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ مولانا کی زندگی میں بھی ان کو ستانے والے کم نہ تھے، مگر زندگی کے بعد تو ''من وشما'' ہر کوئی یہ جرأت کر سکتا ہے کہ مولانا کے دلائل کو ایک طرف رکھ کر اپنا تازہ تر اجتہاد ایک مینار کی طرح میدان میں سب کے سامنے کھڑا کر دے۔

مولانا مودودی ؒ ایسا منظّم طریقِ فکر استعمال کرتے تھے، کہ ایک ایک مسئلہ الگ جزو کی طرح سامنے نہیں آتا بلکہ مولانا پورا ایک سسٹم اصولوں سے بناتے ہیں اور پھر ترتیب وار اس میں ہر چیز کو Proper جگہ پر فٹ کرتے چلے جاتے ہیں کہ کسی بھی جزو کے لیے مجموعی سسٹم خود ایک دلیل بن جاتا ہے کہ اس جزو کو کیا ہونا چاہیے اور کس طرح فٹ ہونا چاہیے؟۔ پہلے وہ اسلام کے پورے معاشرتی اور عائلی نظام کا اصولی فریم بناتے ہیں، پھر اس میں قانونِ زنا سے لے کر پردے کے ضابطوں تک ہر چیز کو نصب کر کے دکھاتے ہیں کہ کس جگہ کونسی اور کیسی چیز کی جگہ ہے۔ یہاں میں خاص طور پر پردے کے لیے انسدادِ زنا کی حیثیت متعین کرنے کے لیے اس سسٹم کو بیان کرتا ہوں جس میں ہر چیز اپنی جگہ ٹھیک نصب دکھائی دیتی ہے:

''اسلام سب سے پہلے آدمی کے نفس کی اصلاح کرتا ہے، اس کے دل میں عالم الغیب اور ہمہ گیر طاقت کے مالک کا خوف بٹھاتا ہے، اسے آخرت کی باز پرس کا احساس دلاتا ہے جس سے مر کر بھی آدمی کا پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ اس میں قانونِ الٰہی کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرتا ہے جو ایمان کا لازمی تقاضا ہے، اور پھر اسے بار بار متنبہ کرتا ہے کہ زنا اور بے عصمتی ان بڑے گناہوں میں سے ہے جن پر اللہ تعالیٰ سخت باز پرس کرے گا۔ یہ مضمون سارے قرآن میں جگہ جگہ آپ کے سامنے آتا ہے۔ اس کے بعد وہ آدمی کے لیے نکاح کی تمام ممکن آسانیاں پیدا کرتا ہے، ایک بیوی سے تسکین نہ ہو تو چار چار تک سے جائز تعلق کا موقع دیتا ہے، دل نہ ملیں تو مرد کے لیے طلاق اور عورت کے لیے خلع کی سہولتیں بہم پہنچاتا ہے...... پھر وہ معاشرے میں سے ان اسباب کا خاتمہ کرتا ہے جو زنا کی رغبت دلانے والے، اس کی تحریک کرنے والے اور اس کے لیے مواقع پیدا کرنے والے ہو سکتے ہیں۔ زنا کی سزا بیان کرنے سے ایک سال پہلے سورۃ الاحزاب میں عورتوں کو حکم دے

دیا گیا تھا کہ وہ گھر سے نکلیں تو چادریں اوڑھ کر اور گھونگھٹ ڈال کر نکلیں، اور مسلمان عورتوں کے لیے جن نبی ﷺ کا گھر نمونے کا گھر تھا، ان کی عورتوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھو، اپنے حسن اور بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرو، اور باہر کے مردتم سے کوئی چیز لیں تو پردے کے پیچھے سے لیں۔ یہ نمونہ دیکھتے دیکھتے، ان تمام صاحبِ ایمان عورتوں میں پھیل گیا جن کے نزدیک زمانۂ جاہلیت کی بے حیا عورتیں نہیں بلکہ نبی ﷺ کی بیویاں اور بیٹیاں تقلید کے لائق تھیں۔ اس طرح فوج داری قانون کی سزا مقرر کرنے سے پہلے عورتوں اور مردوں کی خلط ملط معاشرت بند کی گئی، بنی سنوری عورتوں کا باہر نکلنا بند کیا گیا، اور ان اسباب و ذرائع کا دروازہ بند کر دیا گیا جو زنا کے مواقع اور اس کی آسانیاں بہم پہنچاتے ہیں۔ ان سب کے بعد جب سورۃ النور میں زنا کی فوجداری سزا مقرر کی گئی تو اس کے ساتھ ساتھ اسی سورۃ النور میں اشاعتِ فحش کو بھی روکا جا رہا ہے، قحبہ گری (Prostitution) کی قانونی بندش بھی کی جا رہی ہے، عورتوں اور مردوں پر بدکاری کے بے ثبوت الزام لگانے اور ان کے چرچے کرنے کے لیے بھی سخت سزا تجویز کی جا رہی ہے، غضِ بصر کا حکم دے کر نگاہوں پر بھی پہرے بٹھائے جا رہے ہیں تا کہ دیدہ بازی سے حسن پرستی تک اور حسن پرستی سے عشق بازی تک نوبت نہ پہنچے اور عورتوں کو یہ حکم بھی دیا جا رہا ہے کہ اپنے گھروں میں محرم اور غیر محرم رشتہ داروں کے درمیان تمیز کریں اور غیر محرموں کے سامنے بن سنور کر نہ آئیں۔ اس سے آپ اس پوری اصلاحی اسکیم کو سمجھ سکتے ہیں جس کے ایک جزو کے طور پر زنا کی قانونی سزا مقرر کی گئی ہے۔ یہ سزا اس لیے ہے کہ تمام داخلی و خارجی اصلاح کے باوجود جو شریر النفس لوگ کھلے ہوئے جائز مواقع کو چھوڑ کر ناجائز طریقے سے ہی اپنی خواہشِ نفس پوری کرنے پر اصرار کریں تو ان کی کھال ادھیڑ دی جائے اور ایک بدکار کو سزا دے کر معاشرے کے ان بہت سے لوگوں کا نفسیاتی آپریشن کر دیا جائے جو اس طرح کے میلانات رکھتے ہوں۔ یہ سزا محض ایک مجرم کی عقوبت ہی نہیں بلکہ اس امر کا بالفعل اعلان بھی ہے کہ مسلم معاشرہ بدکاروں کی تفریح گاہ نہیں ہے جس میں ذوّاقین اور ذوّاقات اخلاقی قیود سے آزاد ہو کر

مزے لوٹتے پھریں۔ اس نقطۂ نظر سے کوئی شخص اسلام کی اس اصلاحی اسکیم کو سمجھے تو وہ با آسانی محسوس کرلے گا کہ اس پوری اسکیم کا ایک جز و بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹایا جاسکتا اور نہ ہی کم وبیش کیا جاسکتا ہے۔ اس میں ردوبدل کا خیال یا تو وہ نادان کرسکتا ہے جو اسے سمجھنے کی صلاحیت کے بغیر مصلح بن بیٹھا ہو، یا پھر وہ مفسد ایسا کرسکتا ہے جس کی اصل نیت اس مقصد کو بدل دینے کی ہو جس کے لیے یہ اسکیم، حکیم مطلق نے تجویز کی ہے''۔

(تفہیم القرآن ج ۳، آیت نمبر ۲، حاشیہ نمبر (۴) ص ۳۲۴)

کوئی شخص اگر قرآن سے متذکرہ بالا حکمتوں کو اخذ نہ کرسکا ہو تو اسے کسی اچھے استاد اور لٹریچر کی مدد سے قرآن کا مزید عرصے تک تلمیذ بنا چاہیے۔ ممنوعات سے بچانے کے لیے حد بندیاں لگانا ایک طرف اور انسدادِ جرائم کے لیے مثبت اور منفی دونوں طرح کے افکار، جذبات اور اخلاقیات کا اہتمام کرنا دوسری طرف، یہ اسلام کی نہایت ہی اصولی اور بنیادی حکمتیں ہیں۔ مولانا نے ''پردہ'' نامی کتاب میں متذکرہ بالا اصلاحی اسکیم زیادہ جامعیت سے بیان کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ چہرے کا پردہ ہو یا زینتوں کا اخفاء ان سب کو اسلام کی متذکرہ بالا حکمت اور جامع اصلاحی اسکیم کے اندر رکھ کر پھر مفہوم کو متعین کرنا یا جانچنا چاہیے ورنہ اگر چہرے کے پردے کا مسئلہ الگ سے یونٹ کے طور پر لے لیا جائے تو اس کا وزن بڑا معمولی نظر آئے گا۔

مولانا نعیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

عورتیں اور کھلے چہرے کے ساتھ اقامت دین کا کام

ایک دوست ہیں جو اس غم میں گھلے جارہے ہیں کہ اقامتِ دین کا کام تیزی سے آگے نہیں بڑھ رہا۔ لہٰذا جو مذہب پسند عورتیں کھلے چہرے کے ساتھ پائی جاتی ہیں ان سب کو اقامتِ دین کی خدمت کیلئے پورا پردہ کرنے والی خواتین کے ساتھ جمع کیوں نہ کر دیا جائے۔ اگلا سوال یہ ہوسکتا ہے کہ دوسری طرح کے فسق و فجور کے ساتھ جو مرد مذہب پسند بھی ہیں ان کو بھی کیوں نہ صفِ اربابِ حق میں لے لیا جائے۔ بلکہ اور آگے بڑھیے، ایک شخص اسمگلر ہے یا قمار باز ہے یا رشوت کا لین دین کرتا ہے یا سود خور ہے، مگر وہ دینی جذبہ بھی رکھتا ہے تو کیوں نہ اس کو بھی ساتھ لے لیا جائے۔ یعنی اب ان لوگوں کا فقدان ہوگیا ہے جنہیں دعوت دے کر اور ان پر کام کر کے ان کو دین کی کم سے کم لازمی پابندیوں کے اختیار کرنے تک لے آیا جائے۔ اقامتِ دین کی اصل دعوت دینے والوں کو تو ایک معیار قائم رکھنا تھا، تعداد چاہے کتنی کم رفتار سے بڑھے، مگر اب اقامتِ دین کی جگہ چونکہ انتخاب (جو ایک ذریعۂ کار تھا)، اب خود ایک پوری توجہ چاہنے والا مقصد (برائے اقامتِ دین) بن گیا ہے، لہٰذا اب تو اصل چیز انتخاب جیتنا اور زیادہ سے زیادہ ووٹروں کو ساتھ لگانا ہے جس کے لیے معیار کو آہستہ آہستہ نیچے کر کے آخر کار سب لوگوں کو جمع کر لینا ہے مگر عملاً اس خواب کا پورا ہونا آسان نہیں۔ بے پردہ عورتیں چونکہ کثرت سے ہیں اور ان کو ایسی طویل اور جاں گسل محنت نہیں کرنی ہے جیسی اب تک دین کی راہ میں پابندِ پردہ خواتین کرتی رہی ہیں، لہٰذا ان کی خوب کثیر تعداد بھرتی ہوسکے گی اور وہ آہستہ آہستہ پردہ دار چہروں والی خواتین کو پیچھے پھینک کر آئندہ کیلئے اصل قوت ہوں گی، مگر پھر ہماری وہ سعی ختم ہوجائے گی جو ہم مغربی تہذیب کی یورش کے خلاف چہرے کے پردے کیلئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے کر رہے تھے۔ پھر تو اقامتِ دین کیلئے ایسی ہی عورتیں اور ایسے ہی مرد بھرتی ہوں گے اور یہی ووٹر اور نمائندے بن کر اسلام کو جاری کریں گے۔ سبحان اللہ والحمد للہ۔ اقامتِ دین کا انتہائی کٹھن کام اور اس کے لیے کارکنوں، ارکان، ووٹروں اور نمائندوں کے گرتے ہوئے معیارات، یہ اس دور کی ترقی یافتہ عقل ہے اور یہ اقامتِ دین کے قافلہ سالاروں کا عملی پیمانہ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!!

اگر ذہنوں میں کجی نہیں تو بے پردہ عورتوں یا بے نمازی مردوں کی صف الگ بنایئے جو متفقین سے بھی مختلف درجے پر ہوں یعنی حامیانِ جماعت۔ ان کی تنظیم الگ کیجیے اور ان کی لیڈر شپ کا کوئی مناسب انتظام سوچیے۔ لیکن چشمے کے صاف پانی میں جوہڑ کا میلا پانی نہ ملایئے۔ زمزم میں گنگا جل کی آمیزش نہ کیجیے، ورنہ اس تبدیلی کو بعد میں اس کے اثراتِ بد دیکھ کر بھی لوٹایا نہ جاسکے گا۔ معاملہ شاید کچھ ایسا ہے کہ "گندم اگر بہم نہ رسد، بھس غنیمت است"! براہِ کرم گندم تھوڑی سی بھی ہو تو اسے الگ بوریوں یا کھتوں میں رکھیے اور بھس کے انبار یا ڈھیر جدا رکھیے۔ دونوں کو یکجا نہ کیجیے اور یکجا کر کے یہ دعویٰ نہ کیجیے کہ ہم گندم مہیا کرتے ہیں۔

ذرا آپ تجزیہ کر کے یہ بھی تو فرمایئے کہ جدید سامراجی قوتوں کی مسلط کردہ تہذیب اور مادہ پرستانہ کلچر اور خالص حیوانی نظریہ جنس نے بھی کوئی اثرات ہمارے معاشرے، ہماری ذہنی قوتوں، ہمارے علوم، ہمارے تصورِ مذہب، ہمارے نظریہ نسائیت اور ہمارے قانونِ حجاب پر ڈالا ہے یا نہیں؟ آرٹ اور شاعری اور ادب اور دینی لیڈروں کے خیالاتِ حاضرہ اور ترقی پسند مفتیوں کے فتووں کے رنگ ڈھنگ، یہ سب کچھ آپ کو دعوت دے رہا ہے کہ گلے میں لپٹنے والے نئے زندہ سانپ کا جائزہ لیجیے اور اس نے ہمارے سوچنے والے دماغ اور دینی مزاج کو جہاں جہاں سے مجروح کیا ہے، اس پر تبصرہ فرمایئے اور علاج تجویز کیجیے۔ یہ نیا طوفان آنکھوں کے سامنے ہماری معاشرت اور عائلی نظام اور تصورِ نسائیت کو بگاڑ رہا ہے اور یہ بگاڑ نہایت زور سے بڑھتا جاتا ہے اور نئے نئے لوگوں اور خاندانوں کو شکار بنا رہا ہے۔ اس کے جراثیم کا مقابلہ پرانے علماء نے پھر بھی خوب ڈٹ کے کیا، چاہے کچھ دوسری کمزوریاں ان کی سوچ بچار پر اثر انداز ہوئی ہوں، لیکن نئے روشن خیال اور نوجوان مولوی نے تو ان کا سرے سے نوٹس لینا اور کسی معاملے میں عہدِ حاضر کی مخالفِ اسلام بوچھاڑوں کی روک تھام کا کام بالکل چھوڑ دیا ہے۔ وہ باہر کے طوفانِ مسلط کے خلاف لڑنے کے بجائے اپنے ہی دینی حلقوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں۔ ہمارا اور مغرب کا مقابلہ کپڑے کی دو دھجیوں ہی کا ہے۔ ہم عورت کے چہرے پہ نقاب دیکھنا چاہتے ہیں اور وہ عورت کو صرف بکنی کے ساتھ اسٹیج پر لانا چاہتے ہیں۔ اب آپ خود سوچ لیجیے کہ آپ کا قدم کس سمت میں بڑھ رہا ہے۔ ہمارا اصول زیادہ سے زیادہ لباس اور حجاب کا ہے، ادھر ان کا اصول کم سے کم لباس اور نفی حجاب کا ہے۔

یہ ہے درپیش کشمکش! اس میں اپنا مقام اور اپنا پارٹ سوچ لیجیے۔ اس سے بے پروا ہو جایئے

کہ آپ کو رجعت پسند کہا جاتا ہے یا ماڈرن اور ترقی پسند، فکر اس کی کیجیے کہ آپ کا مقام بہ حیثیت خادمِ دینِ حق کہاں ہونا چاہیے؟ اور اب آپ کہاں کھڑے ہیں؟ ہمارا شعورِ دینی تو یہ کہتا ہے کہ:

ہوس کی نظریں غلاظت کی مکھیاں گویا
چھپاؤ چہرہ چھپاؤ ، زمانہ نازک ہے

سید عبدالعزیز بخاری

علامہ اقبال اور پردۂ نسواں

ہمارے قومی شاعر علامہ اقبال مرحوم کا ایک منظوم قطعہ ہے:

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ مغربی ہے مدّ نظر
وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین ؟
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ !

اگر آج علامہ مرحوم ہوتے تو وہ دیکھتے کہ وہ پردہ مکمل طور پر اٹھ چکا ہے اور قوم اپنی غیرت و حمیت کو مغربی تہذیب کے بھنور میں غرق کر کے ڈرامے کا وہ اخلاق سوز سین دیکھ رہی ہے جس کی آپ نے پیشنگوئی کی تھی۔ اکبر الہ آبادی مرحوم کو تو اپنے وقت میں صرف چند ایک بیبیاں بے پردہ نظر آئی تھیں تو وہ چیخ اٹھے تھے اور غیرتِ قومی سے زمین میں گڑ گئے تھے:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا ؟
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

مگر آج صرف چند نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں غول کے غول گلیوں، بازاروں، رہگزروں اور مرغزاروں میں بے پردہ عورتیں خوب بن ٹھن کر اور زیب و زینت سے آراستہ، نیم عریاں لباس میں گھومتی پھرتی دعوتِ نظارہ دیتی نظر آتی ہیں مگر کسی کی غیرت اور حمیت اب جوش نہیں مارتی کیونکہ غیرتِ ملی نامی چیز اب رفتہ رفتہ مر چکی ہے۔ سب سے زیادہ افسوس تو اس بات پر ہے کہ اس قدر عظیم نقصان کا احساس باقی نہیں رہا:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا !!

اور حد یہ ہے کہ جو کل تک ناخوب اور گناہ تھا آج وہی خوب اور ثواب بن چکا ہے:

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

کہنے کو تو ہم ۱۹۴۷ء سے آزاد ہو گئے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک خوئے غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ذہنی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی غلامی کے طوق ابھی تک ہماری گردن میں ہیں، ہمارا طرزِ زندگی، ہمارا لباس، ہماری زبان، ہمارے اطوار سب کچھ اہلِ مغرب سے مستعار لیے ہوئے ہیں اور حد یہ ہے کہ اس کورانہ تقلید پر ہم فخر کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اپنی تہذیب اور اسلامی قدروں کا مذاق اڑاتے ہیں گویا اپنی خودی کا جنازہ ہم نے خود نکال دیا ہے۔

بقولِ اقبال:

تری زندگی اسی سے، تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو روسیاہی !!

پردۂ نسواں کو جو درحقیقت ہمارا پردۂ ناموس تھا، ہم نے ایک گھٹیا اور فرسودہ رسم سمجھ کر اتار پھینکا ہے۔ یاد رہے کہ پردہ کوئی رسم نہیں جسے اتار پھینکنے میں حرج نہ ہو، بلکہ یہ قرآنی حکم ہے اور مسلمان خواتین پر فرض ہے۔ پردہ اسلامی معاشرہ کی پہچان اور بنیاد ہے جس سے حیاء اور تقویٰ فروغ پاتے ہیں، وہ حیاء جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصف ایمان قرار دیا ہے اور وہ تقویٰ جو تمام اعمالِ حسنہ کی جڑ اور روح ہے۔ اس لیے جس معاشرہ میں پردہ نہیں ہے وہ کچھ اور تو ہو سکتا ہے لیکن ہرگز ہرگز اسلامی معاشرہ نہیں ہو سکتا۔ علامہ مرحوم کے نزدیک ایک مسلمان خاتون کی چادر گویا پوری امت مسلمہ کا پردۂ ناموس ہے۔ چنانچہ وہ اسے مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

اے ردایت پردۂ ناموسِ ما
تابِ تو سرمایۂ فانوسِ ما

افسوس! صد افسوس! کہ اب یہ پردۂ ناموسِ ملت چاک کیا جا رہا ہے اور ہمارے سرکاری

الیکٹرانک میڈیا، ٹی وی، وی سی آر اور ڈش انٹینا وغیرہ دن رات اس بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں۔ ہمارے معصوم بچوں کے ذہنوں میں زہر گھولا جا رہا ہے اور ہم ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بڑھتی ہوئی بے پردگی اور بے حیائی کے خلاف مسلسل جہاد کیا جائے۔ ہمارے اہلِ حل وعقد، علماء، فضلاء، صلحاء اور دینی جماعتیں سب مل کر ایک لائحہ عمل تیار کریں کہ کس طرح اس بڑھتی ہوئی برائی کو روک کر اس کا قلع قمع کیا جاسکتا ہے۔ نیز حکومت پر زور دیں کہ وہ اس برائی کو سرکاری میڈیا، ٹی وی وغیرہ سے یکسر ختم کردے۔ ممبرانِ قومی اسمبلی پر زور دیا جائے کہ وہ پارلیمنٹ میں شرعی حجاب کا قانون پاس کردیں جس طرح سعودی عرب میں پایا جاتا ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے انتہائی دلجوئی اور پیار بھرے انداز میں مغربی تہذیب کی چیرہ دستیوں سے محفوظ کرنے کے لیے دخترانِ ملّت کو یہ تلقین کی تھی:

بہل اے دخترک ایں دلبری ہا
مسلماں را نہ زیبد کافری ہا
منہ دل بر جمالِ غازہ پرورد
بیاموز از نگہ غارت گری ہا !!

ملاحظہ فرمائیں ''دخترک'' اسم تصغیر ہے جس میں ایک پیار بھرا انداز پایا جاتا ہے یعنی اے پیاری بٹیا! یہ مغربی طرز کے ناز وادا، یہ عشوہ، یہ غازہ، یہ بناوٹی زیب وزینت اور یہ معشوقانہ ادائیں چھوڑ دے۔ تو کیسی گھٹیا قسم کی نقالی میں پڑگئی ہے۔ ایک مسلمان زادی کو یہ کافرانہ ادائیں زیب نہیں دیتیں۔ تُو تو ان چیزوں سے بہت بلند وبالا ہے۔ یاد رکھ حسن کی جو آب وتاب نسوانی حیا کے آبدار موتی میں ہے وہ جھوٹے سامانِ آرائش میں کہاں؟ اس لیے اپنی نگاہ میں حیا کی وہ کاٹ پیدا کر جو اس نظامِ باطل کو غارت کر کے رکھ دے!!

ایک بلیغ نکتہ:

پھر علامہ نے پردۂ نسواں کے متعلق ایک نہایت ہی بلیغ نکتہ بیان کیا ہے۔ اگر قوانینِ فطرت پر غور کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ قدرت نے ہر خوبصورت چیز کو پردوں میں چھپا کر رکھا ہے۔ آبدار

موتی سیپیوں میں بند سمندر کی تہ میں پائے جاتے ہیں۔ سونا و چاندی، لعل و جواہر پہاڑوں اور چٹانوں کے سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ یہ چاند، یہ ستارے، یہ خوبصورت کہکشاں اس قدر دور فاصلے پر رکھے گئے ہیں کہ ان کی یہ دوری ہی ان کے لیے پردہ ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ خالقِ کائنات جو خالقِ حسن بھی ہے اور سب سے زیادہ حسین ہے اور اپنی ہزاروں لاکھوں تجلیات کے باوجود ستر ہزار پردوں میں مستور ہے:

جہاں تابی ز نورِ حق بیاموز
کہ او باصد تجلی درحجاب است !!

یعنی اے بیٹی! تو جہاں تابی (جہاں روشن کرنا) خود حق تعالیٰ کے نور سے سیکھ جو ہزاروں پردوں میں رہ کر اپنی تجلیات برسا رہا ہے۔

علامہ اقبال کے نزدیک عورت شمع محفل نہیں بلکہ چراغِ خانہ ہے۔ اپنی خاص بناوٹ پر اس کا دائرۂ کار مرد سے مختلف ہے۔ عورت کی سب سے بڑی ذمہ داری اولاد کی پیدائش اور پرورش ہے۔ اس میں محبت، شفقت اور رافت جیسی صفات کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔ اس میں تخلیق، ربوبیت اور رحمت کی خدائی صفات کا پرتو پایا جاتا ہے، جو بچوں کی پرورش کے لیے ضروری ہے۔ بچوں کی سب سے پہلی اور بہترین درس گاہ ماں کی گود ہے۔ جو آداب و اخلاق چار پانچ سال کی عمر تک بچہ ماں سے حاصل کرتا ہے، وہ پختہ ہو کر ساری عمر اس کے لیے نشانِ راہ بن جاتے ہیں۔ اسلام نے ماں کے قدموں میں جنت کی بشارت دی ہے کیونکہ جنت کے حصول کے لیے جن اخلاقِ حسنہ اور ایمان و عمل صالحہ کی ضرورت ہے وہ ایک مسلمان ماں ابتداء ہی سے بچے کی فطرت میں بیج کی طرح بو دیتی ہے۔ دودھ پلاتے ہوئے قرآن کی تلاوت اور سلاتے وقت کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی لوری دیتی ہے۔

قوموں کی تقدیر ماؤں کے ہاتھ میں ہے۔ نپولین نے کہا تھا ”تم مجھے اچھی مائیں دو، میں تمہیں اچھی قوم دوں گا“۔ انگریزی کا ایک مقولہ ہے کہ ”جو ہاتھ جھولا جھلاتا ہے وہی دنیا پر حکمرانی کرتا ہے“۔ بڑے بڑے مفکر، ریفارمر، سائنس دان، فلاسفر، فاتح، جرنیل حتیٰ کہ اولیاء کرام تک ماں کی گود کے مرہونِ منّت ہیں۔ کیا اس کی یہ قومی خدمات کچھ کم ہیں کہ اسے اس عظیم ذمہ داری سے ہٹا کر شمع محفل بنا دیا جائے اور اسے دفتروں میں کلرک، ٹائپسٹ یا آفیسر بنا کر فخر کیا جائے؟

کیا اس کے لیے یہ ذلت ہے یا توقیر؟

یہاں ہمارے لیے ایک نہایت اہم سوال یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان قوم ہمیں کس قسم کی مائیں درکار ہیں؟ کیا مغربی تہذیب کی پروردہ مغرب زدہ بے پردہ خواتین کی گود سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، خالد رضی اللہ عنہ، طارق رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ، صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اور ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجاہدینِ اسلام پیدا ہو سکتے ہیں؟ یا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجتہدینِ کرام و فقیہانِ عظام پرورش پا سکتے ہیں؟ یا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجددینِ ملت ایسی گود میں پرورش پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، قطعاً نہیں۔ جیسے کیکر اور ببول کے درخت پر گلاب کا پھول اگنا ناممکن ہے، یہ بات اس سے بھی زیادہ ناممکن ہے۔ ایسی عظیم کردار والی ہستیوں کے لائق تو کسی عظیم، بلند کردار، پاکیزہ، مومنہ، عفیفہ اور متقی ماں کی گود ہی ہو سکتی ہے۔

اسی لیے علامہ اقبال کی بصیرت افروز نگاہ نے ایک مسلمان خاتون کے لیے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زندگی کو ایک مکمل نمونہ اور اسوۂ کامل کے طور پر پیش کیا ہے تا کہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر بحیثیت مسلمان انفرادی و اجتماعی اعلیٰ مقاصد کا حصول ممکن ہو سکے۔ چنانچہ علامہ فرماتے ہیں:

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری!

''حضرت بتول رضی اللہ عنہا یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کردار اپناؤ اور خود کو دورِ حاضر سے چھپا کر اور بچا کر رکھو تا کہ تمہاری گود میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسے پھول کھلیں''۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول رضی اللہ عنہا
مادراں را اسوۂ کامل بتول رضی اللہ عنہا

''تسلیم و رضا کی کھیتی کی حاصل بتول رضی اللہ عنہا ہیں۔ ماؤں کے لیے کامل نمونۂ زندگی بتول رضی اللہ عنہا ہیں''۔

یاد رہے کہ علامہ مرحوم نے کسی عقیدت کی بنا پر نہیں بلکہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی حسبِ ذیل قدسی صفات اور پاکیزہ سیرت کی بنا پر، جس کا ذکر انھوں نے اپنے کلام میں کیا ہے، انھیں

ایک مسلمان عورت کا آئیڈیل قرار دیا ہے:

۱-خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شدید محبت اور کامل اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۲-پیکرِ تسلیم و رضا

۳-صبر و توکل علی اللہ

۴-کامل شرم و حیا (یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا جنازہ بھی رات کی تاریکی میں اٹھانے کی وصیت کی تھی تاکہ جنازہ پر بھی غیر محرم کی نظر نہ پڑے)۔

۵-غرباء اور مساکین کے لیے حد درجہ ہمدردی اور دلسوزی

۶-سخاوت و ایثار (یہاں تک کہ گھر میں کچھ نہ ہونے پر ایک محتاج کے سوال پر اپنی چادر ایک یہودی کو فروخت کردی)

۷-تلاوتِ قرآن سے حد درجہ شغف۔ چنانچہ گھر کے کام کاج اور چکی پیستے ہوئے تلاوت جاری رہتی۔

(آسیا گرداں ولب قرآں سرا)

۸-اپنے شوہر کی اطاعت اور اس کی رضا میں اپنی رضا گم کر دینا۔

۹-دن کو محنتِ شاقہ اور تربیتِ اولاد اور رات کو دن کی تھکن کے باوجود اپنے رب کے حضور کھڑی ہو کر عبادتِ الٰہی میں خضوع و خشوع کے ساتھ طویل قیام و رکوع و سجود میں گڑگڑا کر دعائیں مانگنا۔ حتیٰ کہ جب رات کٹ جاتی اور صبح کی اذان سنائی دیتی تو اپنے مولیٰ سے حسرت بھرے انداز میں یہ پیار بھرا گلہ کرتیں کہ ''یا اللہ تو نے یہ راتیں اتنی چھوٹی بنائی ہیں کہ تیری ایک بندی اطمینان سے تیری بارگاہ کے لائق ایک سجدہ بھی پورا ادا نہ کر سکی''۔

علامہ مرحوم فرماتے ہیں کہ جناب سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے آنسو تکیہ سے بے نیاز تھے کیونکہ وہ ہمیشہ سجدوں میں جائے نماز پر گرا کرتے تھے اور جبریل امینؑ یہ متبرک آنسو اٹھا کر لے جاتے اور عرشِ بریں پر شبنم کے موتیوں کی طرح بکھیر دیتے کہ یا اللہ! یہ ہیں تیری ایک بندی کے آنسو جو اس نے تیری شدید محبت اور خوف میں بہائے ہیں۔

آخر میں اس عظیم خاتون کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے علامہ موصوف نہایت پُرسوز انداز میں فرماتے ہیں:

رشتہء آئین حق زنجیر پاست
پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفی ﷺ است
ورنہ گردِ تربتش گردیدمے
سجدہ ہا برخاک او پاشیدمے !!

''میرے پاؤں میں حق تعالیٰ کے آئین کی زنجیر پڑی ہے اور مجھے جناب مصطفی ﷺ کے فرمان کا پاس ہے (جنہوں نے غیر اللہ کو سجدہ حرام قرار دیا ہے) ورنہ میں اس پاک خاتون کی تربت کے اردگرد طواف کرتا اور اس کی پاک خاک پر سجدہ ریز ہوجاتا''۔

یہ ہے وہ آئیڈیل، وہ کامل نمونہ، وہ قابلِ تقلید بلند کردار جو ہر مسلمان خاتون کے پیش نظر رہنا چاہیے۔اسی لیے وہ اپنے آخری مجموعہ کلام ارمغانِ حجاز میں دخترانِ ملت کو خطاب کرتے ہوئے ایک بیش قیمت نصیحت فرماتے ہیں:

اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار امت بمیرد ، تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ درآغوش شبیرے بگیری !!

''اے مسلمان خاتون! اگر تو اس درویش سے ایک نصیحت قبول کرلے تو پھر اگر ہزاروں امتیں مرجائیں لیکن امت مسلمہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ رہے گی۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ تو حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کی طرح بن جا اور اس بے حیا زمانے سے چھپ جا تاکہ تیری آغوش میں شبیر یعنی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جیسے سپوت پیدا ہوں''۔

علامہ مرحوم تو ایسی مومنہ، عفیفہ، مسلمان خاتون کو بے پناہ اخلاقی وروحانی طاقت کا سرچشمہ سمجھتے تھے جو قوم کی تقدیر بدل سکتی ہے:

طینت پاک تو مارا رحمت است
قوتِ دین و اساسِ ملت است

''تیری پاک طینت ہمارے لیے رحمت ہے۔دینِ اسلام کی قوت اور ملت کی بنیاد ہے''۔

اس لیے اس سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں:

ز شامِ ما بروں آور سحر را
بقرآں باز خواں اہلِ نظر را
نمی دانی کہ سوزِ قرأت تو
دگرگوں کرد تقدیرِ عمر را !!

''اے دخترِ اسلام! اس وقت امت مسلمہ پستی کے اندھیروں میں بھٹک رہی ہے۔تو ہماری اس شام سے ہماری سحر پیدا کر دے۔تو یہ انقلاب قرآنِ کریم کے اعجاز اور اس میں اہلِ نظر کے واقعات سے سبق سیکھ کر اور ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر بپا کر سکتی ہے۔کیا تو نہیں جانتی کہ تیرے سوزِ قرأت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیر بدل دی تھی؟ (اشارہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ کا کہ کس طرح ان کی بہن کی قرأت نے ان کے دل پر رقت طاری کر کے ان کے دل کی دنیا بدل ڈالی تھی) اے پرعزم خاتون، اٹھ! اسی طرح تو آج ہماری تقدیر بھی بدل ڈال!!''۔

افسوس کہ جس طرح ہم نے قرآنی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے اسی طرح علامہ اقبال کی تعلیمات کو بھی فراموش کر دیا ہے۔اب کلامِ اقبال محض گویّوں اور ٹی وی آرٹسٹوں کے ذریعہ گانا گانے کے کام آتا ہے ورنہ اس زندگی بخش پیغام پر اگر عمل کیا ہوتا تو آج ہمارا ملک پاکستان ایک آئیڈیل اسلامک اسٹیٹ ہوتا جو دیگر ممالک کے لیے بھی مینارۂ نور ہوتا۔

اب بھی ہماری نجات اسی میں ہے کہ ہم ان زندگی بخش سنہرے اصولوں پر عمل کریں جن کی تعلیم ہمیں مفکر پاکستان علامہ اقبال اور بانی پاکستان قائداعظم نے دی، تاکہ ان کا وہ خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے جس کے لیے اس اسلامی ملک کے حصول میں لاکھوں جانیں قربان ہوئیں اور

ہزاروں عصمتیں لوٹی گئیں۔

مقامِ شکر ہے کہ بعض مذہبی اور سیاسی جماعتیں اس ملک میں نظریۂ پاکستان کے مطابق انقلابِ اسلامی، نظامِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا نظامِ خلافت کے لیے کوشاں ہیں۔ یہ کوششیں قابلِ قدر ہیں اور جاری رہنی چاہئیں۔ کاش کہ یہ سب مل کر منہجِ انقلابِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں اپنی کوششیں تیز کرتیں تاکہ منزل قریب آجاتی۔ مگر افسوس کہ مقصد ایک ہونے کے باوجود طریقِ کار میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف ہی کامیابی کے لیے سدِّ راہ ہے۔

ادھر زمانہ تیزی سے گردش کر رہا ہے اور باطل قوتیں اس قدر زور پکڑ گئی ہیں کہ وہ اسلام اور مسلمان حکومتوں کو دنیا سے مٹا دینے کے درپے ہیں:

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا !!

موجودہ دنیا کی واحد سپر پاور امریکہ اپنے نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعہ ساری دنیا سے دینِ اسلام مٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لہٰذا مایوسی کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں امید کی صرف ایک ہی کرن نظر آتی ہے کہ ہم اس دنیوی سپر پاور کے مقابلہ کے لیے ساری کائنات کی سپریم پاور کی پناہ ڈھونڈیں اور بحیثیت قوم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور گڑگڑا کر یہ دعا مانگیں کہ وہ اپنی سنت کے مطابق اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کی روشنی میں اس عظیم مصلح کا ظہور جلد عمل میں لے آئے جو اس زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ اس سے قبل ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ علامہ اقبال مرحوم کے الفاظ ہیں کہ وہ زمانے کے گھوڑے کا شہسوار ہوگا جو اس کی باگ کھینچ کر زمانے کا رخ پھیر دے گا اور مستقبل کے ممکنات کی آنکھ کا نور ہوگا جو تاریکیوں کو دور کر کے ہر طرف روشنی پھیلا دے گا:

اے سوارِ اشہبِ دوراں بیا
اے فروغِ دیدۂ امکاں بیا !!

چودھری رحمت اللہ بٹر

گھروں میں شرعی پردے کا اہتمام

گھروں میں شرعی پردے کے اہتمام کے لیے یہ علم ضروری ہے کہ محرم رشتہ دار (جن سے نکاح جائز نہیں) کون ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے پردہ نہیں اور مسلمان خاتون ان کے سامنے صرف ستر میں آسکتی ہے۔محرم مندرجہ ذیل ہیں:

''والد (سگے،سوتیلے)،سسر،دادا،نانا،تایا،چچا،ماموں--- بیٹے (سگے،سوتیلے،رضاعی)، پوتے،نواسے،داماد--- بھائی (سگے،سوتیلے،رضاعی)، بھائیوں کے بیٹے یعنی بھتیجے (سگے ورضاعی)،بہنوں کے بیٹے یعنی بھانجے (سگے ورضاعی)''

نوٹ: خیال رہے کہ رشتے کے چچا، ماموں یا شوہروں کے چچا، ماموں، بھائی، بھتیجے، بھانجے، خالو، پھوپھا یا ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، چچازاد بھائی اور بہنوئی سب غیر محرم ہیں۔ان سے شرعاً پردہ لازم ہے۔اسی طرح مناسب ہے کہ ایک مسلمان عورت اپنی قابلِ اعتماد اور جان پہچان والی خواتین کے علاوہ دیگر خواتین سے بھی پردہ کرے۔

اب ہم مختلف گھروں کو چار اقسام میں تقسیم کرکے ہر ایک کے لیے شرعی پردے کے اہتمام کا الگ الگ لائحہ عمل تجویز کرتے ہیں:

ا-ایسے گھر جہاں صاحبِ خانہ اپنے بیوی، بچوں اور والدین کے ساتھ رہتے ہوں:

ان کو چاہیے کہ مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کریں:

i-خواتین (بیویوں اور بیٹیوں) کو قرآن وسنت کی روشنی میں ستر وحجاب کے احکام سمجھائیں اور ان پر عمل کرنے کا حکم دیں۔

ii-خواتین کو تلقین کریں کہ گھر میں ایک موٹا اور بڑا سا دوپٹہ اوڑھے رکھیں اور گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں ایک بڑی سی چادر سے پورے جسم کو اچھی طرح ڈھانپ لیں اور چادر کا ایک حصہ چہرے کے آگے لٹکا لیں یا پھر سادہ اور ڈھیلا سا برقع اوڑھ کر باہر نکلیں۔

iii-حتی الامکان سامانِ ضروریاتِ زندگی خود مہیا کریں تا کہ خواتین کو اس کام کے لیے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

iv-خواتین کو گھر سے باہر نکلنا ہی پڑے تو بغیر محرم کے یعنی تنہا ایک دن ایک رات سے زیادہ کا سفر نہ کریں۔

v-جب کبھی کوئی غیر محرم گھر میں آئے تو اسے الگ کمرے میں بٹھایا جائے اور وہاں گھر کی عورتیں نہ جائیں۔

vi-اگر کوئی خاتون گھر میں تنہا ہو اور کوئی غیر محرم آ جائے تو اسے گھر میں بٹھانے سے اجتناب کیا جائے۔اضطراری حالت میں الگ کمرے میں بٹھایا جا سکتا ہے۔

۲-ایسے گھر جہاں صاحبِ خانہ کے بیوی اور بچوں کے علاوہ ایسے افراد رہتے ہوں جو ان کی بیوی اور بیٹیوں کے لیے غیر محرم ہوں:

ایسے احباب کو چاہیے کہ اوپر بیان کی گئی چھ ہدایات پر عمل کریں۔مزید برآں اس کا اہتمام کریں کہ خواتین اور غیر محرم مردوں کا آمنا سامنا نہ ہونے پائے اور نہ ہی وہ آپس میں آمنے سامنے ہو کر گفتگو کریں۔اس کے علاوہ یہ خیال بھی رہے کہ کوئی خاتون کسی بھی وقت کسی غیر محرم کی موجودگی میں تنہا نہ رہنے پائے۔

۳-ایسے گھر جہاں کئی کنبے مشترکہ طور پر رہ رہے ہوں:

ایسے گھروں میں جہاں کئی کنبے مشترکہ طور پر رہ رہے ہوں، اصحابِ خانہ کو چاہیے کہ اوپر بیان شدہ ہدایات پر عمل کے علاوہ مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کریں:

i-گھر میں محرم اور غیر محرم افراد کی مخلوط نشست نہ ہو۔یہاں تک خیال رکھا جائے کہ بالفرض ایک نشست صرف محرموں کی تھی، پھر ایک غیر محرم کا اضافہ ہو گیا تو فوری طور پر اس محفل سے علیحدگی اختیار کی جائے۔

ii-اگر کوئی ایسی خاتون جن کے لیے آپ غیر محرم ہیں، گھر میں اکیلی موجود ہو تو آپ گھر میں داخل نہ ہوں

۴-ایسے گھر جہاں احباب والدین یا کسی دوسرے کے زیرِ کفالت رہ رہے ہوں:

ایسے احباب کو چاہیے کہ مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کریں:

i-اپنے گھر والوں کو پردے کے احکامات پر مشتمل کیسٹ سنوانے کی کوشش کریں اور بڑی حکمت سے اہلِ خانہ کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلنے کی دعوت دیں۔

ii-کسی ایسی مخلوط نشست میں جہاں غیر محرم خواتین موجود ہوں ہرگز نہ بیٹھیں۔

iii-خالہ زاد، چچازاد اور ماموں زاد بہنوں اور اسی طرح دوسری غیر محرم خواتین سے براہِ راست بلا پردہ گفتگو کرنے سے گریز کریں۔

iv-کسی غیر محرم خاتون کے ساتھ گھر پر تنہا نہ رہیں۔

مستثنیات (*Exceptions*):

ذیل کی صورتوں میں ایک مسلمان عورت کے لیے صرف ستر کا اہتمام کافی رہے گا:

☆ ایسے بوڑھے رشتے دار یا ملازم جن کے متعلق غالب گمان ہو کہ وہ عورتوں سے کوئی رغبت نہیں رکھتے۔

☆ ایسے کم عمر بچے جو عورتوں کے پوشیدہ معاملات سے بے خبر ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ستر وحجاب کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عورت کا دائرۂ کار اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

عورت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں پردے میں رہنے کی چیز۔ وہ شے جو چھپانے کے قابل ہو اور اس کا نظروں کے سامنے آنا ناپسندیدہ اور ناگوار ہو۔ اسی لیے یہ لفظ انسان کے ان اعضاء کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو ہمیشہ چھپائے جاتے ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ کے الفاظ ہیں ''اَلْمَرْءَ ۃُ عَوْرَۃٌ'' یعنی عورت چھپائے جانے کے لائق ہے۔ عربی زبان میں لفظ عورت اسی لیے اختیار کرلیا گیا ہے کہ وہ ہمہ تن چھپانے کی چیز ہے۔ عورت کے لیے فارسی میں لفظِ مستور استعمال کیا جاتا ہے جس کی جمع مستورات ہے اور یہ اردو میں بھی عام مستعمل ہے۔

مستور کا معنی بالکل وہی ہے جو عربی زبان میں عورت کا معنی اوپر مذکور ہوا یعنی چھپی ہوئی چیز۔

جس شخص نے اسلامی لٹریچر کا تھوڑا بہت بھی مطالعہ کیا ہوگا اس پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ عورتوں کا اصل مقام ان کا گھر ہے جہاں وہ مستور ہوتی ہیں اور ان پر غیر محرم افراد کی نظر نہیں پڑسکتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں تاکید کی گئی کہ عورت گھر میں ''خمار'' اوڑھے جس کا لفظی معنی ہے چھپانے والی چیز۔ اسی طرح گھر سے باہر نکلے تو جلباب اوڑھ کر نکلے جس کے معنی ہیں وہ بڑی چادر جو اصل لباس کو بھی ڈھانپ لے۔ ان تصریحات کے مطابق عورت ہے ہی وہ جو پردہ نشین اور ستر وحجاب کی پابندی کرنے والی ہو۔

مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں مرد روزی کمانے کے لیے گھر سے باہر بھاری اور پُرمشقت کام کرتا ہے جبکہ عورت گھر کے اندر ہلکے پھلکے کام کرنے کی ذمہ دار ہے۔ عورتوں کے فرائضِ منصبی گھر کی چار دیواری کے اندر تک محدود ہیں۔ ان کا کام مردوں کے لیے گھر کے اندر پُرسکون ماحول کی فراہمی اور اولاد کی صحیح خطوط پر تربیت کرنا ہے۔ قرآن پاک سورۂ احزاب آیت ۳۳ میں انھیں گھروں میں ٹک کر بیٹھنے اور اپنی زیب وزینت کی نمائش نہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ عورتوں کو ان کاموں کا مکلف ہی نہیں ٹھہرایا گیا جن کا تعلق گھر سے باہر کی دوڑ دھوپ سے ہو۔ یہاں تک کہ عورتوں کو جہاد پر جانے سے روک دیا گیا ہے۔ ایک حدیثِ مبارکہ کے مطابق جو خاتونِ خانہ

اپنے مرد کو اطمینان کے ساتھ جہاد پر جانے کا موقعہ دے گی اور اس کے گھر اور بچوں کی نگرانی کرے گی تو اسے بھی اپنے مرد کے برابر اجر ملے گا۔ پھر جہاد تو بڑی دور کی بات ہے، مسلمان عورتوں کو تو جمعہ کی نماز سے بھی مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے کیونکہ یہ نماز گھر سے نکل کر صرف مسجد ہی میں ادا ہو سکتی ہے، حالانکہ نمازِ جمعہ وہ نماز ہے جس کے ادا کرنے کی مردوں کو سخت تاکید کی گئی ہے۔ مردوں کے لیے روزانہ کی نمازِ پنجگانہ بھی محلہ کی مسجد میں پابندیٔ وقت کے ساتھ جماعت کی صورت میں ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے جبکہ عورت کو پانچوں نمازیں گھر پر ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں جو مسند احمد اور طبرانی میں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں ''خَیرُ مَسَاجِدِ النِسَآءِ قَعْرُ بُیُوْتِھِنَّ'' یعنی عورت کے لیے بہترین مسجدیں ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔

چونکہ عورت کا دائرۂ کار اور اس کی سرگرمیاں گھر کی چادر اور چار دیواری کے اندر تک محدود ہیں اس لیے عورت کو معاشی ذمہ داریوں سے بھی آزاد رکھا گیا ہے۔ اس کے جملہ اخراجات اور ضروریات کی کفالت مرد کے ذمہ ہے۔ قرآنِ پاک میں جہاں مردوں کی عورتوں پر اک گونہ فضیلت کا ذکر ہے وہاں اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ (مرد) ان پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں یعنی ان کی کفالت کے ذمہ دار ہیں۔

مذکورہ بالا توضیحات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق عورت کا دائرۂ کار گھر کے اندر تک محدود ہے اور اگر اسے ناگزیر حالات میں گھر سے باہر جانا پڑے تو اسے ایک بڑی چادر سے اپنے جسم بلکہ کپڑوں تک کو ڈھانپ کر نکلنا چاہیے۔ تاریخِ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ چیز مخفی نہیں ہے کہ عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دورِ خلافتِ راشدہ میں مسلمان عورتیں منشائے اسلام کے مطابق پردے کی سخت پابندی کرتی تھیں۔ البتہ چند واقعات ایسے بھی ملتے ہیں جن سے اگرچہ کسی طرح غلط فہمی پیدا ہونے کا کوئی امکان نہیں تاہم کج رو اور زیغ پسند طبائع ان سے فائدہ اٹھانے کی ناکام کوشش کر سکتی ہیں، چنانچہ یہاں ان کا تذکرہ کر دینا بھی بات کو مزید واضح کرنے کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱-حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی زندگی میں معاشی جدوجہد کی مثال ملتی ہے، مگر اوّل تو یہ ان کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آنے اور قبولِ اسلام سے پہلے کی بات ہے لہٰذا حجت نہیں، دوم یہ ہے کہ وہ معاشی جدوجہد گھر کے اندر بیٹھ کر کرتی تھیں اور خود باہر سفر نہیں کرتی تھیں۔ سوم یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ان کے شوہر فوت ہو چکے تھے۔ جب ان کی کفالت کی ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لے لی تو انھوں نے معاشی جدوجہد ترک کر دی۔ البتہ دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابیات رضی اللہ عنہن میں شاید ہی کوئی خاتون ہوں جو معاشی جدوجہد میں مصروف نظر آتی ہوں۔

۲-جنگِ احد میں چند صحابیات نے میدانِ جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کی تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ واقعہ سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب (جن میں پردے کے احکامات نازل ہوئے) کے نزول سے پہلے کا ہے لہٰذا حجت نہیں۔ بعد کے کسی غزوے میں عورتوں کا اس طرح میدان جنگ میں کام کرنا ثابت نہیں، بلکہ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر کچھ عورتیں اس مقصد کے لیے گھروں سے نکلیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناگواری کا اظہار کیا اور انھیں واپس گھروں کو بھیج دیا اور پھر کبھی عورتوں کو میدانِ جنگ میں نہ جانے دیا۔

۳- جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بذاتِ خود حصہ لیا مگر معلوم ہونا چاہیے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال اس بارے میں کیا تھا۔ عبداللہ ابن احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے زوائد الزھد میں اور ابن المنذر، ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اپنی کتابوں میں مسروق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہوئے آیت وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ .... الخ پر پہنچتی تھیں تو بے اختیار رو پڑتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا کیونکہ انھیں اس پر وہ غلطی یاد آ جایا کرتی تھی جو ان سے جنگِ جمل میں حصہ لے کر ہوئی تھی۔

۴-عورت کے لیے ستر وحجاب کی یہ پابندی فحاشی اور زناکاری کی روک تھام کے لیے تھی مگر اس کے باوجود عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زنا کے واقعات پیش آئے اور مجرموں کو سزا بھی دی گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ عہد میں ستر وحجاب کی

پابندی کے نتیجہ میں نہایت مطہر معاشرہ قائم ہو چکا تھا مگر جاننا چاہیے کہ وہ لوگ بھی آخر انسان ہی تھے اور انسانوں کا معاشرہ جرائم سے قطعی پاک نہیں ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ اکادکا واقعات پیش نہ آتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجرموں پر حد نہ جاری کرتے تو بعد میں اعتراض ہوسکتا تھا کہ قذف وزنا کی اتنی سخت سزا نظری طور پر تو درست ہوسکتی ہے مگراس پر عمل درآمد ممکن نہیں۔ چنانچہ عہدِ رسالت میں قذف وزنا کے مجرموں کو سزا دے کر حدود پر عمل درآمد کی مثال قائم کردی گئی۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ گھر عورت کے لیے قید خانہ نہیں بنایا گیا بلکہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، ضرورت کے تحت وہ بڑی چادر اوڑھ کر باہر نکل سکتی ہے، لہٰذا گھر کے باہر کی تمام ناگزیر سرگرمیوں میں وہ حصہ لے سکتی ہے۔ بچیاں اسکول جائیں، خواتین انھیں پڑھانے کے لیے تعلیمی اداروں میں جملہ امور انجام دیں طالبات طب کی تعلیم حاصل کرکے زنانہ ہسپتالوں میں ملازمت اختیار کریں یا اپنے کلینک کھول لیں وغیرہ۔ البتہ شریعتِ اسلامی خواتین کو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے اور حسن وزیبائش کی نمائش کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دیتی۔ پھر ہمارے ہاں مرد جو بنیادی طور پر گھر کے کفیل ہیں صلاحیت اور تعلیم کے باوجود تلاش روزگار میں پریشان اور سرگرداں ہیں۔ اس صورتِ حال نے تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوانوں میں بغاوت کا جذبہ پیدا کردیا ہے اور یہ ہونہار نوجوان جرائم کا راستہ اختیار کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پارہے ہیں۔ ایسے میں اگر مردوں کو نظرانداز کرکے عورتوں کو ملازمتیں دی جائیں تو اس سے معاشرے میں اچھے نتائج کی توقع ممکن نہیں۔

اللہ نے عورت کو حسن و جمال عطا کیا ہے اور وہ فطرتاً اس کے اظہار کا جذبہ رکھتی ہے۔ اس جذبے کی تسکین کے لیے اسلام نے عورت کو زیورات پہننے، سجاوٹ کرنے اور جسمانی زینت و آرائش اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر اس زیب وزینت کا اظہار وہ گھر کی چاردیواری کے اندر صرف شوہر اور محرم مردوں کے سامنے ہی کرسکتی ہے۔ اس طرح عورت کے فطری جذبہ کی تسکین بھی ہوجاتی ہے اور کسی فتنے کا بھی کوئی امکان نہیں رہتا۔ مگر عورت کا پوری دلکشی اور رعنائی کے ساتھ نیم عریاں لباس، برہنہ سر، سراپا نمائش بنے گھر سے نکلنا اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۳ کے تحت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب لکھتے ہیں:

''اب یہ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچدار اندازِ گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے بلاضرورت بولنے سے بھی روکتا ہے کیا وہ کبھی اس کو پسند کرسکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آ کر گائے، ناچے، تھرکے، بھاؤ بتائے اور ناز و نخرے دکھائے؟ کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو پر عورت عاشقانہ گیت گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے؟ کیا وہ اسے جائز رکھ سکتا ہے کہ عورتیں ڈراموں میں کبھی کسی کی بیوی اور کبھی کسی کی معشوقہ کا پارٹ ادا کریں؟ یا ہوائی میزبان (Air Hostess) بنائی جائیں اور انھیں خاص طور پر مسافروں کا دل لبھانے کی تربیت دی جائے؟ یا کلبوں اور اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں؟ یہ کلچر آخر کس قرآن سے برآمد کیا گیا ہے؟ خدا کا نازل کردہ قرآن تو سب کے سامنے ہے اس میں کہیں اس کلچر کی نمائش نظر آتی ہو تو اس مقام کی نشاندہی کردی جائے۔ اللہ تعالیٰ جس طرزِ عمل سے عورتوں کو روکنا چاہتا ہے وہ ان کا اپنے حسن کی نمائش کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلنا ہے۔ وہ ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو کیونکہ تمہارا اصل کام گھر میں ہے نہ کہ اس کے باہر۔ لیکن اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو اس شان کے ساتھ نہ نکلو جس کے ساتھ سابق دورِ جاہلیت میں عورتیں نکلا کرتی تھیں۔ بن ٹھن کر نکلنا، چہرے اور جسم کے ساتھ حسن کو زیب و زینت اور چست لباسوں یا عریاں لباسوں سے نمایاں کرنا اور ناز و ادا سے چلنا ایک مسلم معاشرے کی عورتوں کا کام نہیں ہے۔ یہ جاہلیت کے طور طریقے ہیں جو اسلام میں نہیں چل سکتے۔ اب یہ بات ہر شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ جو ثقافت ہمارے ہاں رائج کی جارہی ہے وہ قرآن کی رو سے اسلام کی ثقافت ہے یا جاہلیت کی ثقافت۔ البتہ اگر کوئی اور قرآن ہمارے کارفرماؤں کے پاس آ گیا ہے جس سے اسلام کی یہ نئی روح نکال کر مسلمانوں میں پھیلائی جارہی ہے تو دوسری بات ہے''۔

(تفہیم القرآن، جلد چہارم ص ۸۹ تا ۹۲)

رفیق چودھری

چہرے کا پردہ قرآنِ حکیم کی روشنی میں

چہرے کا پردہ ایک قرآنی حکم ہے جو سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں مذکور ہے:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا O

''اے نبی ﷺ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ستایا نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

سب سے پہلے اس آیت کے اصل الفاظ پر غور کیجیے۔ اس میں ''یُدْنِیْنَ'' کا لفظ آیا ہے، جس کا مصدر ''ادناء'' ہے اور عربی زبان میں اس کے معنی ''قریب کرنے'' اور ''لپیٹ لینے'' کے ہیں۔ مگر جب اس کے ساتھ ''علیٰ'' کا صلہ آجائے تو پھر اس میں ''ارخاء'' کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے یعنی ''اوپر سے لٹکا لینا''۔ دوسرا اہم لفظ ''جَلَابِیْبِهِنَّ'' ہے۔ جلابیب جمع ہے جلباب کی، جس کے معنی ''بڑی چادر'' کے ہیں۔ اس چادر کی ہیئت کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہ چادر ہے جو دوپٹہ کے اوپر اوڑھی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جلباب اس لمبی چادر کو کہتے ہیں جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے۔ جلباب کے ساتھ مِنْ کا حرف آیا ہے جو یہاں تبعیض ہی کے لیے ہو سکتا ہے یعنی چادر کا ایک حصہ۔ مطلب یہ ہے کہ عورتیں جب کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر نکلیں تو اپنی بڑی چادریں اچھی طرح اوڑھ کر لپیٹ لیں اور ان کا ایک حصہ یا ان کا پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ اردو زبان میں اسے گھونگھٹ نکالنا کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے آیت کے اس حصہ کا ترجمہ ہی یہ کیا ہے ''کہ وہ اپنی بڑی چادروں کے گھونگھٹ لٹکا لیا کریں''۔ ''ادناء علیٰ'' کے الفاظ کا استعمال عربی زبان میں اسی مفہوم کے لیے ہے۔ جب کسی عورت کے چہرے پر سے کپڑا سرک

جائے تو اسے دوبارہ چہرے پر لٹکا لینے کے لیے عربی زبان میں یوں کہا جائے گا کہ:

اَدْنِیْ ثَوْبَکِ عَلٰی وَجْھِکِ — اپنا کپڑا اپنے چہرے پر لٹکا لو

اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے چہرے کے پردے کا یہ حکم اجنبی مردوں سے متعلق ہے تو یہ مفہوم لینے کا واضح قرینہ اسی آیت کے ان الفاظ میں موجود ہے کہ ''ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ'' یعنی جب عورتیں اپنے چہرے کا پردہ کریں گی تو اجنبی لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ شریف زادیاں ہیں۔ اس طرح کسی بد باطن کو یہ جرأت نہ ہوگی کہ وہ ان کو چھیڑے یا ستائے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کی صورت گھر سے باہر کے ماحول ہی میں پیش آ سکتی ہے۔

دوسرے یہ کہ بڑی چادر لینے کی ضرورت بھی گھر سے باہر ہی ہو سکتی ہے۔ کام کاج کی وجہ سے عموماً گھر میں عورتیں ہر وقت بڑی چادریں نہیں اوڑھ سکتیں۔

تیسرے یہ کہ گھر کے اندر کے پردے کے بارے میں الگ سے حکم سورۃ النور کی آیت ۳۱ میں اس طرح آیا ہے کہ: ''وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ'' اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ گویا گھر کے اندر عورت کے لیے چادر کے بجائے، صرف اوڑھنی کافی ہے اور جب وہ گھر سے باہر نکلے گی تو بڑی چادر لے گی جس کا ایک حصہ اپنے چہرے پر ڈالے گی۔

عہدِ رسالت کے قریب ترین زمانے سے لے کر عہد حاضر تک کے تمام جلیل القدر مفسرین نے سورۃ الاحزاب کی اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی جو وضاحت بیان فرمائی ہے اسے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس طرح نقل کیا ہے کہ:

''اللہ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اوپر سے ڈال کر اپنا منہ چھپالیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں''۔

۲- ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ اور ابنِ المنذر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبیدۃ السلمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا۔ انھوں نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اپنی چادر کو اس طرح اوڑھا کہ پورا سر اور پیشانی اور پورا منہ ڈھانک کر صرف ایک آنکھ

کھلی رکھی۔ (حضرت عبیدۃ السلمانی رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہو چکے تھے مگر حاضرِ خدمت نہ ہو سکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ آئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ انھیں فقہ اور قضاء میں قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ مانا جاتا تھا۔)

۳- حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور سُدّی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔

۴- امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''جامع البیان، ج ۲۲، ص ۳۳ پر اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ: ''شریف عورتیں اپنے لباس میں لونڈیوں سے مشابہ بن کر گھر سے نہ نکلیں کہ ان کے چہرے اور سر کے بال کھلے ہوئے ہوں، بلکہ انھیں چاہیے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں تاکہ کوئی فاسق ان کو چھیڑنے کی جرأت نہ کرے''۔

۵- امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو چادر اوڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدکار عورتیں نہیں ہیں، کیونکہ جو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی، حالانکہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے، اس سے کوئی شخص یہ توقع نہیں کر سکتا کہ وہ اپنا ستر، غیر کے سامنے کھولنے پر راضی ہوگی۔ اس طرح ہر شخص جان لے گا کہ یہ باپردہ عورتیں ہیں، ان سے زنا کی امید نہیں کی جا سکتی''۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۹۱)

۶- علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مشہور نحوی مفسر ہیں، اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں اور اس سے اپنے چہرے اور اپنے اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں''۔

(الکشاف ج ۲، ص ۲۲۱)

۷- ابوبکر محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (ابن عربی) نے یُدنِین عَلَیھِنَّ کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے: تغطی به وجهها حتی لا یظهر منها الا عینها الیسری یعنی عورت چادر سے اپنا چہرہ اس طرح ڈھانپ لے کہ صرف بائیں آنکھ کھلی رہے۔

۸- علامہ نظام الدین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر غرائب القرآن جلد ۲۲ ص ۳۲ پر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''عورتیں اپنے اوپر چادر کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔ اس طرح عورتوں کو سر اور چہرہ ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے''۔

۹- مشہور حنفی مفسر ابوبکر جصّاص رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر احکام القرآن' جلد ۳، ص ۴۵۸ پر اس آیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم ہے اور اسے گھر سے نکلتے وقت ستر اور عفت مآبی کا اظہار کرنا چاہیے تا کہ مشتبہ سیرت و کردار کے لوگ اسے دیکھ کر کسی طمع میں مبتلا نہ ہوں''۔

۱۰- علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''اور آیت کے الفاظ ''يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ'' کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں اور اس طرح اپنے چہروں اور اپنے اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں''۔

(''تفسیرِ نسفی'' ج ۳ ص ۳۱۳)

۱۱- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں رقم طراز ہیں:

''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دیجیے کہ (سر سے) نیچی کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی (یعنی کسی ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو چادر سے سر اور چہرہ بھی چھپا لیا جاوے)''۔

۱۲- علامہ حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کو نظمِ قرآن کے فہم میں خصوصی مقام حاصل تھا۔ انھوں نے حجاب کے بارے میں اپنے ایک مکتوب میں ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے کو جائز قرار دینے کے موقف کے بارے میں لکھا کہ:

''میری رائے میں نظمِ قرآن پر توجہ نہ کرنے سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے''۔

''بہر حال اَلْحَقُّ اَحَقُّ بِاَنْ یُّتَّبَعَ میں اس مسئلہ پر مطمئن ہوں اور میرے نزدیک اجنبی سے پورا پردہ کرنا واجب ہے، اور قرآن نے یہی حجاب واجب کیا ہے جو شرفاء میں مروّج ہے بلکہ اس سے قدرے زائد''۔

(مولانا فراہی ﷫ کا یہ مکتوب ماہنامہ حیاتِ نو، بلریا گنج انڈیا کے اکتوبر ۹۲ء کے شمارے میں شائع ہوا۔)

۱۳۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ﷫ لکھتے ہیں:

''یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرے پر بھی لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لیے کھلی رہتی تھی''۔

۱۴۔ تفسیرِ ماجدی میں مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

''یعنی جب ضرورتاً باہر نکلنا ہو، تو اپنی چادریں اپنے اوپر سروں سے ذرا لٹکا لیا کریں، تاکہ چہرے کے اطراف تو خوب ڈھک جائیں اور خود چہرے کی ٹکیا بھی ایک حد تک، ہمارے ملک میں اسی کو گھونگھٹ نکالنا کہتے ہیں''۔

''فقہا نے اس آیت سے دلیل اخذ کی ہے کہ جوان عورت پر نامحرموں سے اپنے چہرے کا پردہ واجب ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ جب باہر نکلے تو پردے کا اہتمام کرے''۔

۱۵۔ مفتی محمد شفیع ﷫ اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''ضرورت کے وقت جب عورت گھر سے نکلنے پر مجبور ہو تو اس کو پردے کا یہ درجہ اختیار کرنا ضروری ہے کہ جلباب وغیرہ میں سر سے پاؤں تک مستور ہو اور چہرہ بھی بجز ایک آنکھ کے چھپا ہوا ہو''۔

''اس آیت نے بصراحت چہرے کے چھپانے کا حکم دیا ہے جس سے اس مضمون کی مکمل تائید ہوگئی جو اوپر حجاب کی پہلی آیت کے ذیل میں مفصل بیان ہو چکا ہے کہ

چہرہ اور ہتھیلیاں اگر چہ فی نفسہٖ ستر میں داخل نہیں مگر بوجہ خوفِ فتنہ، ان کا چھپانا بھی ضروری ہے، صرف مجبوری کی صورتیں مستثنٰی ہیں''۔

(معارف القرآن جلد ۷، صفحہ ۲۱۷ اور ۲۳۴)

۱۶- مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ صرف چادر لپیٹ کر زینت چھپانے ہی کا حکم نہیں دے رہا ہے بلکہ یہ بھی فرما رہا ہے کہ عورتیں چادر کا ایک حصہ اپنے اوپر سے لٹکالیا کریں۔ کوئی معقول آدمی اس ارشاد کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں لے سکتا کہ اس سے مقصود گھونگھٹ ڈالنا ہے تا کہ جسم ولباس کی زینت چھپنے کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی چھپ جائے''۔ (تفہیم القرآن جلد ۴، صفحہ ۱۳۱)

۱۷- مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

''یہاں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنی بڑی چادروں (جلابیب) کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکالیا کریں۔ اس کو اپنے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ان بڑی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں''۔

''قرآن نے اس جلباب سے متعلق یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان خواتین گھروں سے باہر نکلیں تو اس کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکالیا کریں تا کہ چہرہ بھی فی الجملہ ڈھک جائے اور انھیں چلنے پھرنے میں بھی زحمت نہ آئے۔ یہی جلباب ہے جو آج بھی دیہات میں شریف بوڑھی عورتیں لیتی ہیں جس نے بڑھ کر برقع کی شکل اختیار کرلی ہے''۔ (تدبر قرآن۔ جلد ۶، ص ۲۶۹)

۱۸- پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''ضیاء القرآن' جلد ۴، ص ۹۵ پر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اپنی ازواجِ مطہرات، اپنی دختران پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ وہ جب اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں تا کہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بد باطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی''۔

رفیق چودھری

چہرے کے پردے کی حکمت

سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۳۲ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی'' یعنی ''زنا کے قریب بھی مت جاؤ''۔ اس آیتِ کریمہ میں صرف یہ نہیں کہا گیا کہ زنا جیسے برے گناہ سے بچو بلکہ تاکید کی گئی ہے کہ اس کے قریب بھی مت جاؤ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ایسے تمام امور پر پابندی لگاتا ہے جو زنا جیسے قبیح فعل تک لے جاسکتے ہیں۔ اسلام محرکاتِ زنا کی ایک ایک کر کے ممانعت کرتا ہے۔ وہ نامحرم عورت کو دیکھنے پر پابندی لگاتا ہے اور غضِ بصر کا حکم دیتا ہے، مرد اور عورت کو تنہائی میں یکجا ہونے سے روکتا ہے، عورت کو کسی غیر مرد سے بات کرتے وقت لگاوٹ کا لہجہ اختیار کرنے سے منع کرتا ہے، اس کی آواز کا پردہ چاہتا ہے کہ عورت نماز میں امام کو اس کی غلطی پر ٹوکنے کے لیے ''سبحان اللہ'' تک نہ کہے اور عورت کو تلقین کرتا ہے کہ اپنی کوئی زینت بھی غیر مرد کو نہ دکھائے۔ یہ حقیقت ہر شخص پر عیاں ہے کہ ایک جوان عورت کا چہرہ ہی سب سے زیادہ جاذبِ نگاہ ہوتا ہے بالخصوص جب اسے غازہ ورنگ سے بھی خوب مزین کر دیا جائے۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ''چھوٹے چھوٹے دروازوں پر تو کنڈیاں چڑھائی جائیں اور سب سے بڑے دروازے کے چوپٹ کو کھلا چھوڑ دیا جائے'' اور نسوانی حسن و جمال کے مرکز چہرے کو چھپانے کا کوئی حکم نہ دیا جائے۔ مولانا مودودی صاحب اپنی کتاب ''پردہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''ایک انسان کو دوسرے انسان کی جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ اس کا چہرہ ہی تو ہے۔ انسان کی خلقی و پیدائشی زینت، یا دوسرے الفاظ میں انسانی حسن کے جذب و انجذاب کا ایجنٹ بھی وہی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے نفسیات کے کسی گہرے علم کی ضرورت نہیں۔ خود اپنے دل کو ٹٹولیے، اپنی آنکھوں سے فتویٰ طلب کیجیے، اپنے نفسی تجربات کا جائزہ لے کر دیکھ لیجیے۔ منافقت کی بات تو دوسری ہے، البتہ صداقت سے کام لیجیے گا تو آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ صنفی تحریک (Sexual Appeal) میں جسم کی ساری زینتوں سے زیادہ حصہ اس

فطری زینت کا ہے۔ اگر مقصد اسی طوفان کو روکنا ہوتو اس سے زیادہ خلافِ حکمت بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کو روکنے کے لیے چھوٹے چھوٹے دروازوں پر تو کنڈیاں چڑھائی جائیں، اور سب سے بڑے دروازے کے چوپٹ کو کھلا چھوڑ دیا جائے''۔

مولانا نعیم صدیقی صاحب نے بھی کیا خوب تحریر کیا ہے:

''اردو ادب اور اردو شاعری میں نسوانی چہرے کے متعلق جو تعریفیں اور تشبیہیں اور استعارے رائج ہیں، ماہ رو، لالہ رخ، کتابی چہرہ، رخِ زیبا، رخِ انور وغیرہ سے آگے نکل کر ذرا ایسے اشعار جمع کر لیجیے جن میں پیشانی، بھنوؤں، پلکوں، آنکھوں، نظروں، رخساروں، ناک، ہونٹوں، ٹھوڑی، دانتوں اور لعاب دہن کی تعریفیں پائی جاتی ہیں، پھر سرمہ، غازہ، مہندی، گلگونہ، مسّی، پان کی لالی وغیرہ کی جو تفصیلات ادب میں جمع ہیں وہ عام انسانوں کے چہرے سے اثر پذیری کو ظاہر کرنے والی ہیں۔ پھر چہرے پر غصے، پشیمانی، اخفائے راز، تبسم اور قہقہے، مخفی تبسم (جو آنکھوں سے جھلکتا ہے) ناز و ادا، غم اور ذہنی کشمکش کے اثرات کا کسی خاص حصے سے کسی رنگ کی شکل میں ظاہر ہونا، یہ ساری چیزیں چہرے کے پردے کی زیرِ بحث اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔ اگر چہرہ صنفی تحریک کا باعث نہیں بنتا تو پھر تو پوری انسانی فطرت اور نفسیاتی اثر پذیری کے متعلق علوم وفنون سب کو بدلنا ہوگا''۔

بلاشبہ فقط چہرہ دیکھ لینے ہی سے عورت کے حسن و جمال کا اندازہ کرلیا جاتا ہے اور بغیر چہرہ دیکھے اس کے حسن و جمال کا تصور ممکن نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایک عورت کی عزت و عصمت کو محفوظ رکھنے کے لیے اسلام چہرے کے پردے کو لازمی قرار دیتا ہے اور عورت کے چہرے کا پردہ قرآنِ حکیم، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ البتہ اضطراری یا غیر معمولی حالات میں عارضی طور پر یہ پابندی اٹھ بھی سکتی ہے کیونکہ اسلام کوئی جامد اور غیر عقلی مذہب نہیں ہے۔ ہنگامی اور جنگی صورت حال میں، مناسکِ حج ادا کرتے وقت، علاج معالجے کی صورت میں اور بوڑھی عورت کے لیے چہرے کے پردے میں رخصت دی گئی ہے۔ عمومی حالات میں عورت کے لیے چہرے کا پردہ ضروری ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے اسی کا حکم دیا ہے۔ اب یہ مسلمان عورتوں کا کام ہے کہ

دینِ اسلام کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کا پردہ کر کے دنیا میں اپنے ناموس کی حفاظت کا سامان کریں اور روزِ قیامت سرخرو ہوں یا خواہشاتِ نفس کی اندھی تقلید کرتے ہوئے دنیا میں اپنی عصمت کو خطرے سے دو چار کریں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہی کے وقت شرمندگی اور عذاب سے دو چار ہوں۔

ڈاکٹر احمد افضال

قرآنِ حکیم میں عصمت وعفت کی حفاظت کے لیے اشارے

قرآنِ حکیم میں عصمت وعفت کی حفاظت کے لیے صراحتاً تاکید تو کئی مقامات پر آئی ہے جیسے وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (بے حیائیوں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ کھلی ہوں یا پوشیدہ۔ الانعام آیت:۱۵۱)، قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (کہہ دو، میرے رب نے تمام بے حیائیوں کو حرام قرار دے دیا ہے خواہ وہ اعلانیہ ہوں یا خفیہ۔ الاعراف آیت:۳۳) اور وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (اور اللہ تمہیں منع فرماتا ہے بے حیائی اور برائی سے۔ النحل آیت:۹۰) لیکن کہیں کہیں "قَوْمٍ یَّعْقِلُوْن" اور "اُولُوا الْاَلْبَاب" کے لیے بڑے بلیغ اشارے بھی کیے گئے ہیں جن کی چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

۱- شرم وحیا کی صفات خواتین کے لیے کس قدر پسندیدہ ہیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کو مدین کے سفر میں دو دیہاتی لڑکیوں سے سابقہ پڑا۔ ان لڑکیوں کی شرم وحیاء کی خوبی کو قرآنِ حکیم میں سورۂ قصص کی آیت ۲۵ میں اس طرح نمایاں کیا گیا:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ

''تو ان دو لڑکیوں میں سے ایک ان کے پاس آئی، وہ چل رہی تھی شرماتی ہوئی''۔

۲- عصمت وعفت کی حفاظت اور پاکبازی اللہ کے پیغمبروں کی خاص صفت ہے۔ حضرت یوسفؑ نے جس ضبطِ نفس اور پاکبازی کا مظاہرہ کیا اس کا ذکر کرنے کے بعد سورۂ یوسف کی آیت ۲۴ میں فرمایا گیا:

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ

''تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور کریں۔ درحقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا''۔

۳- جنت کی عورتوں کی ایک خاص صفت یہ بیان ہوئی کہ وہ نیچی نگاہوں والی ہوں گی۔ سورۂ رحمٰن

کی آیت ۵۶ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

''جنت میں نگاہیں نیچی رکھنے والی عورتیں ہوں گی''۔

۴ - قرآنِ حکیم میں خواتین کے لیے یہ شان پسند کی گئی کہ وہ شمع محفل نہیں بلکہ چراغ خانہ ہیں۔ سورۃ الرحمٰن کی آیت ۷۲ میں ارشاد ہوتا ہے:

حُورٌ مَّقْصُورٰتٌ فِي الْخِيَامِ

''(اہل جنت کے لیے) حوریں ہوں گی جو خیموں میں رکی ہوئی ہوں گی''۔

سورۃ الواقعہ کی آیات ۲۲ اور ۲۳ میں فرمایا گیا:

وَحُورٌ عِينٌ ○ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ○

''(اہل جنت کے لیے) بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی اس طرح جیسے چھپانے کے لائق موتی ہوتے ہیں''۔

اسی بات کو سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات ۴۸ اور ۴۹ میں اس طرح بیان کیا گیا:

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِينٌ ○ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ○

''(اہل جنت) کے پاس بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی جو نگاہیں نیچی رکھنے والی ہوں گی۔ وہ اس طرح ہوں گی جیسے چھپا کر رکھے جانے والے انڈے''۔

حافظ خالد محمود خضر

کیا حجاب کا حکم صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ہے؟

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۳ میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگیں۔ اکثر یہ سوال سامنے آتا ہے کہ کیا یہ حکمِ حجاب صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے مخصوص ہے اور عام مومنات پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ سورۃ الاحزاب کی اس آیت میں (جسے آیتِ حجاب کہا جاتا ہے) اہلِ ایمان کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں سے متعلق آداب کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ اس آیت میں یہ بھی ارشاد فرمایا گیا کہ:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط

''اور جب تمہیں ان سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگا کرو''۔

یہاں ''هُنَّ'' کی ضمیر کا مرجع ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اہل ایمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو ان سے کوئی چیز مانگنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ پردے کے پیچھے سے مانگے۔ یہ آیت اگرچہ ظاہری الفاظ کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے متعلق معلوم ہوتی ہے، لیکن اس میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی سے متعلق خاص نہیں ہیں، بلکہ ساری امت کی خواتین کے لیے عام ہیں۔ اس سلسلے میں حسبِ ذیل نکات قابلِ غور ہیں:

۱- اس آیت کے نزول کے بعد نہ صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھروں پر بلکہ دیگر گھروں پر بھی پردے لٹکا دیے گئے اور حکمِ حجاب کی پابندی جس طرح ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے کی اسی طرح دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن نے بھی کی۔ اس آیت میں مذکورہ بالا حکمِ حجاب سے پہلے دعوتِ طعام اور مہمانی سے متعلق تین احکامات بیان فرمائے گئے ہیں۔ اول یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو، دوسرے یہ کہ جب کھانے کی دعوت پر بلایا جائے تو وقت سے پہلے آ کر کھانا تیار ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھ جایا کرو اور

تیسرے یہ کہ جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو وہاں سے اٹھ جاؤ اور محض گفتگو کے لیے بیٹھے نہ رہو۔ یہ تینوں احکام اگر چہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں داخلے سے متعلق ارشاد فرمائے گئے ہیں، لیکن ان کا مفاد بھی عام ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''یہ باتیں گو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکانوں سے متعلق فرمائی گئی ہیں کیونکہ شانِ نزول کا تعلق انھی سے تھا، مگر مقصود ایک عام ادب سکھلانا ہے۔ بلا دعوت کسی کے یہاں کھانا کھانے کے غرض سے جا بیٹھنا یا طفیلی بن جانا یا کھانے سے قبل یوں ہی مجلس جمانا یا فارغ ہونے کے بعد گپ شپ لڑانا درست نہیں''۔

۲- اس سوال کے ضمن میں سورۃ الاحزاب ہی کی آیات ۳۲-۳۳ کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔ ان دو آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو، تو تم لہجہ میں نرمی اختیار نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ کسی طمعِ خام میں مبتلا ہو جائے بلکہ صاف سیدھی بات کرو اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دورِ جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اللہ تو بس یہ چاہتا ہے اے اہل بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ تم سے آلودگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے''۔

مذکورہ بالا آیات میں خطاب واضح طور پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ہے لیکن ان میں دیے گئے احکام کا اطلاق تمام مومنات پر ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں یہ طرزِ تخاطب اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ مردوں کے لیے تو ہر اعتبار سے نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں لیکن خواتین کے لیے ان کے نسوانی پہلوؤں کے لحاظ سے نمونہ ازواجِ مطہرات، رضی اللہ عنہن ہیں۔ یہاں اگر چہ براہ راست خطاب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ہے لیکن ان کے واسطے سے پوری امت کی خواتین ان احکام کی مخاطب ہیں اور یہ احکام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے خاص نہیں بلکہ سب کے لیے عام ہیں۔ غور فرمائیے کہ یہاں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو غیر محرم مردوں سے نرم لہجے اور لوچدار آواز

میں گفتگو کی ممانعت فرمائی گئی ہے تو کیا یہ حکم صرف انھی کے لیے مخصوص ہے اور عام مومنات کے لیے اس میں کوئی رہنمائی نہیں؟ پھر دورِ جاہلیت کی عورتوں کی طرح سج دھج کر زیب و زینت کے ساتھ باہر نکلنے کی ممانعت کا حکم بھی کیا صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کے لیے تھا اور دوسری مسلمان عورتوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی کہ وہ جس طرح چاہیں آرائش و زیبائش کر کے اور بن سنور کر اپنی نمائش کرتی پھریں؟ ظاہر ہے کہ دوسری عورتوں کو بھی اس کی اجازت نہیں! اور آگے جو حکم دیا گیا ہے کہ ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو'' تو کیا اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے یہ احکام بھی صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ہیں اور دوسری عورتوں پر ان کا اطلاق نہیں ہوگا؟ اور آگے فرمایا کہ: ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو'' تو کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم بھی صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ہے اور دوسری عورتوں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت لازم نہیں ہے؟ ان آیات کے ذیل میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> ''(تنبیہ) جو احکام ان آیات میں بیان کیے گئے تمام عورتوں کے لیے ہیں۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں چونکہ ان کا تاکید و اہتمام زائد تھا اس لیے لفظوں میں خصوصیت کے ساتھ مخاطب ان کو بنایا گیا''۔

اسی طرح آیتِ حجاب میں اگرچہ تذکرہ صرف ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے لیکن حجاب کا حکم ان کے لیے مخصوص نہیں بلکہ تمام مومنات کے لیے عام ہے۔

۳- سورۃ الاحزاب کی اس آیت ۵۳ میں حُکمِ حجاب کی علت بڑے واضح انداز میں بیان فرمائی گئی ہے:

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ

''یہ طریقہ تمہارے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور ان کے دلوں کے لیے بھی''

یعنی دلوں کو آفات سے محفوظ رکھنے کی یہ ایک نہایت ضروری تدبیر ہے کہ عورتیں حجاب میں رہیں۔ غیر محرم مردوں کو اگر ان سے بوقتِ ضرورت کوئی بات بھی کرنا ہو تو رُو در رُو نہیں بلکہ پردے کی اوٹ سے کریں۔ انسان کا دل جس نے بنایا ہے وہ اس کی کمزوریوں سے خوب

واقف ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ کون کون سے منفی راستے ہیں جس سے یہ دل بُرے اثرات قبول کرتا ہے اور انسان کے جسم میں دل ہی ایک ایسا عضو ہے جس پر اس کی تمام اخلاقی صحت کا انحصار ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ

''آگاہ رہو کہ جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ایسا ہے کہ جب وہ تندرست ہو تو سارا جسم تندرست ہوتا ہے اور جب وہ بگاڑ کا شکار ہو جائے تو سارے جسم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ جان لو کہ وہ دل ہے!''۔

چنانچہ اس دل کو بگاڑ اور فساد سے بچانے کے لیے دل کے خالق نے مومن عورتوں کے لیے حجاب کا حکم نازل فرمایا۔ آخر دل کے فتنہ میں مبتلا ہو جانے سے بڑھ کر اور فتنہ کیا ہوگا؟ اور اب ذرا سوچیے کہ کیا یہ فتنہ صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی بے حجابی سے پیدا ہوگا؟ معاذ اللہ! ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن امت کی پاکیزہ ترین خواتین ہیں کہ ان جیسی پاکیزہ خواتین اس روئے زمین پر چشمِ فلک نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ اس پر مستزاد یہ کہ قرآنِ حکیم میں انھیں اہلِ ایمان کی مائیں قرار دیا گیا۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کو ان ہی سے فتنے کا اندیشہ تھا، دوسری عورتوں کے دل کسی قسم کی خرابی سے ہر طرح محفوظ و مامون ہیں اور وہ مردوں کے لیے کسی طرح کا فتنہ نہیں بن سکتیں؟ حکمِ حجاب کو صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے مخصوص سمجھنے والے حضرات ذرا اس نکتہ پر توجہ فرمائیں اور غور کریں کہ ان کی اس سوچ کی زد کہاں پڑتی ہے:

ے ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں!

حقیقت یہ ہے کہ جب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو پردے کا حکم دیا جا رہا ہے تو دوسری عورتوں کے لیے یہ حکم بطریق اولیٰ ضروری ہے، اس لیے کہ ان سے فتنے کا اندیشہ کہیں زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ حکیم کے احکام کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!

حافظ خالد محمود خضر

کیا چہرے کا پردہ برعظیم پاک و ہند کے مولویوں کی ایجاد ہے؟

چہرے کا پردہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے، اس پر زمانہ نبوت اور دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ سے امت کا تعامل ہے اور جس پر اکابر مفسرینِ قرآن متفق ہیں۔ اس سب کے باوجود اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ پردے کا یہ تصور محض برعظیم پاک و ہند کے مولویوں کا ایجاد کردہ ہے تو اس پر مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے اپنی تصنیف ''اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام'' میں کیا مناسب گرفت کی ہے:

''پردے سے متعلق تمام اصولی ہدایات خود قرآنِ مجید میں وارد ہیں اور ان کی ضروری توضیحات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہیں۔ اس وجہ سے پردے کو محض مولویوں کی ایجاد قرار دینا یا تو بدترین قسم کی جہالت ہے یا بدترین قسم کی منافقانہ جسارت''۔

(صفحہ ۱۱۱)

اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ چہرے کا پردہ صرف برعظیم پاک و ہند میں ہے۔ یہ پردہ پورے عالمِ اسلام میں صدیوں سے رائج رہا ہے۔ علامہ ابوالحیان اندلس میں مسلمان خواتین کے پردے کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

و کذا عادۃ بلاد اندلس لا یظہر من المرأۃ الا عینہا الواحدۃ

''بلادِ اندلس میں مسلمان خواتین اس طرح پردہ کرتی ہیں کہ ایک آنکھ کے سوا ان کے جسم کا کوئی حصہ کھلا نہیں ہوتا''

قاری حکیم محمد حمید الدین سنبھلی رحمہ اللہ ۱۹۳۴ء میں اپنے سفر نامہ حج کے صفحہ ۷۸ اور ۷۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

''تمام بدن پر (بجائے کپڑے کے) اس کی دھجیاں (ہوتیں) یعنی برہنہ پا یا مثلِ برہنہ

کے،لیکن جوان عورتیں، نقاب و برقع میں ضرور ہوتیں، گوکہ کیسا ہی خستہ و بوسیدہ نقاب و برقع ہوتا (اور چہرہ اس طرح چھپا ہوتا کہ) ہم نے کسی جوان العمر عورت کی کہیں شکل نہیں دیکھی''۔

مولانا نعیم صدیقی صاحب اس حوالے سے اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

''دوسرے تمدنوں اور تہذیبی اثرات کے حملے کے باوجود قرآن وسنت تو جوں کے توں موجود ہیں، ان کے مفسرین، محدثین، فقہاء، قاضی اور صوفی اپنی میراث میں اصل دینِ اسلام کی بحثیں چھوڑ گئے ہیں۔ ذرا یہ فرمایئے کہ جن کے یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم یا علمائے سلف کی صحیح روایات یا تحقیقات کے حوالے سے چادر سے پورا جسم ڈھانکنے یا چہرہ چھپانے کے دلائل ملتے ہیں، ان پر ہندو سوسائٹی اور تہذیب کس طرح جا کے اثر انداز ہوگئی؟ اور میں نے بچشمِ خود ایسی چرواہیوں کو دو ایک بار سڑک سے کچھ فاصلے پر اپنا ریوڑ سنبھالتے سعودی عرب میں دیکھا جو سر سے پاؤں تک برقع میں تھیں اور اپنا فرض ادا کر رہی تھیں۔ کیا وہاں بھی ہندو سوسائٹی نے جا کر تبلیغ کی اور عورتوں اور لڑکیوں کو سکھا دیا کہ اس طرح پردہ کرنا ہے۔''

آج بھی عرب خواتین کی اکثریت اپنے آپ کو جلباب میں پوری طرح لپیٹ کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط بیانی ہے کہ چہرے کا پردہ صرف برِعظیم پاک و ہند میں ہے اور مولویوں کی ایجاد ہے۔

مرزا مظہر علی ادیب

معاشرے کی ترقی میں باپردہ خاتون کا کردار؟

''عورت کو گھر کی چار دیواری میں مقید کر کے انسانی معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا''۔''اب وقت آ گیا ہے کہ عورت ملک وملت کی خدمت کے لیے مردوں کے شانہ بشانہ عملی جدو جہد میں حصہ لے''۔''عورت اور مرد گاڑی کے دو پہیے ہیں، ایک پہیے کو ناکارہ کر کے، گاڑی نہیں چل سکتی''۔''خاتونِ خانہ سوسائٹی کا عضوِ معطل ہے''۔

یہ چند ایسے جملے ہیں جو آج کل نہایت اہتمام اور کثرت کے ساتھ اخبارات و رسائل کی زینت بنتے ہیں۔ یہ تمام جملے اور ان کا سارا بنیادی فلسفہ قطعی طور پر متعلقہ افراد کی حد سے بڑھی ہوئی مغرب پسندی، شعائرِ اسلام سے عدم واقفیت اور حقیقت سے جان بوجھ کر چشم پوشی ہے یا پھر اس مسئلہ پر ہمہ گیر انداز میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے فقدان کا نتیجہ ہے یا پھر جان بوجھ کر عیاشی کی فضا بنانے کا کوئی منصوبہ ہے، ورنہ یہ ایک واضح اور یقینی حقیقت ہے کہ ایک باپردہ گھریلو اور سگھڑ عورت، بیرون خانہ سرگرمیوں میں حصہ لینے والی خاتون کے مقابلہ میں کہیں زیادہ معاشرے کا فعال، سرگرم اور مفید رکن ہے اور ''زندگی کی گاڑی'' کا نسبتاً زیادہ مصروفِ عمل ''پہیہ'' ہے۔اس حوالے سے مندرجہ ذیل امور پر غور فرمایئے:

ا- معاشرہ افراد سے عبارت ہے۔ معاشرہ کی فلاح وکامرانی اور اچھائی برائی افراد کے اچھے اور برے ہونے پر منحصر ہے۔ اعلیٰ سیرت اور کردار کے حامل افراد معاشرے کی ترقی کا سبب بنتے ہیں، جبکہ ان ہی خصوصیات سے عاری افراد معاشرے کے زوال کی وجہ بنتے ہیں۔ بالفاظ دیگر شریف النفس، غیرت مند، صلح کوش، انسان دوست، خدا پرست اور ہمدرد وغمگسار افراد انسان ہی معاشرے کو جنت کا گہوارہ بناتے ہیں اور اس کے برعکس شریر، شر پسند، شرم وحیاء سے عاری،، جھگڑالو، انسان دشمن، دین فروش اور ظالم و بے مروت قسم کے لوگ انسانی معاشرے کو جہنم کے گہرے غار میں دھکیل دیتے ہیں۔ انسانی سیرت و

کردار کی اس عظیم اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا اس خاتونِ خانہ کا تصور کیجیے جو گھر کو اپنی مصروفیات کا محور بنائے ہوئے دن رات معاشرے کی فلاح و بہبود کی خاطر اعلیٰ سیرت و کردار کے افراد مہیا کرنے کی کوشش میں منہمک رہتی ہے، بچوں کو پوری پوری ممتا دے کر اور ان کی جسمانی اور ذہنی ضروریات کی تکمیل کر کے ان کی آئندہ شخصیت کی صحت مند بنیاد رکھتی ہے، زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرتی اور اپنی مثال کے ذریعے نونہالوں میں صبر و تحمل، ایثار و قربانی، خلوص و محبت اور دوسروں کے لیے جینے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ کیا ایسی عورت کو ملک و ملت کی ترقی میں عملی طور پر شریک نہ سمجھنا کھلی ہوئی احسان فراموشی نہیں ہے؟

۲- سیاسی اور اجتماعی نظام میں خاندان ایک بنیادی یونٹ اور مرکزی نقطے کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاندان ہی سے معاشرہ اور معاشرے سے ریاست وجود میں آتی ہے۔ خاندان کی مضبوطی اور استحکام سے معاشرے اور ریاست کو قوت ملتی ہے۔ اگر خاندان کا شیرازہ بکھر جائے یا اس کی مضبوطی و استحکام میں کمزوری آ جائے تو ناگزیر طور پر معاشرے کی بھی بنیادیں ہل جائیں گی اور ریاست کا نظام بھی درہم برہم ہو جائے گا۔ خاندان کی اس بنیادی اہمیت کے پیش نظر انسانی معاشرت میں خاندان کی مضبوطی کی طرف سب سے زیادہ توجہ دی جاتی ہے اور اس کے استحکام کا حد درجہ خیال رکھا جاتا ہے۔ یہاں یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ خاندان کی ساری شیرازہ بندی، اس کا سارا استحکام اور اس کی حقیقی مضبوطی عورت ہی کے دم قدم سے قائم اور دائم ہے، اور ظاہر ہے عورت بھی وہ جو خاندان کے مرکز یعنی گھر کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے مصروفِ عمل رہتی ہے۔ ایک ملازم پیشہ یا فکرِ معاش میں پوری طرح گھری ہوئی خاتون اپنا سارا قیمتی وقت اور اپنی حقیقی توجہ دفتر کی نذر کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ دفتر کی فائلوں کے اوراق پلٹنے والی ایک خاتون، ہوٹلوں اور ہوائی سروسوں میں مہمان نوازی کے فرائض ادا کرنے والی عورت یا دکانوں پر گاہکوں کو مال پیش کرنے والی سیل گرل کا خاندان کی شیرازہ بندی اور اس کی مضبوطی اور استحکام سے کیا واسطہ؟

سوچیے! کیا ایسی صورت میں گھریلو عورت کو معاشرے کا ''بے کار حصہ'' قرار دینا سراسر زیادتی نہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی خاتونِ خانہ کے بغیر اچھے خاندان اور معاشرے کا تصور ہی

نہیں کیا جا سکتا۔

۳- جیسے ہم کسی شخص کے جسم کے ایک حصے کی ''ترقی'' (صحت مندی) کو اس کی ''جسمانی ترقی'' قرار نہیں دے سکتے ٹھیک اسی طرح معاشرۂ انسانی کی ترقی اس وقت تک صحیح معنوں میں ''ترقی'' کہلانے کی مستحق نہیں ہے جب تک کہ اس کے تمام گوشے مجموعی طور پر ترقی نہ کریں ۔گھر معاشرے کا اہم ترین شعبہ ہے۔ اس شعبے کی ترقی اتنی ہی ضروری اور ناگزیر ہے جتنی کہ معاشرے کے کسی دوسرے شعبے کی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس شعبہ کی ترقی معاشرے کے باقی تمام شعبوں کی مجموعی ترقی پر حاوی ہے اور اپنی پوری طاقت و گیرائی کے ساتھ ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اب کون نہیں جانتا کہ معاشرے کے اس شعبہ کی انچارج، منتظم یا نگران صرف ایک گھریلو یا پابندِ خانہ عورت ہی ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ یہی وہ عورت ہے جو معاشرے کی مجموعی ترقی کا باعث بنتی ہے اور اس گوشے کا حسن و نکھار باقی تمام دوسرے گوشوں کو حسن اور نکھار بخشتا ہے۔ معاشرے میں اس خاتون کی اہمیت کسی مشین کے ایک ایسے پرزے کی سی ہے جس کے علیحدہ ہو جانے یا جگہ سے بے جگہ ہو جانے سے ساری مشین ہی بے کار اور ناکارہ بن کر رہ جاتی ہے۔

۴- تازہ ہوا اور صاف ستھرے پانی کے علاوہ صحیح اور متوازن خوراک انسانی صحت کے لیے ضروری ہے۔ یہ ایک عام مشاہدہ کی بات ہے کہ ہوٹلوں اور ریستورانوں میں جو خوراک تیار کی جاتی ہے وہ عموماً ناقص اور غیر معیاری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو حضرات و خواتین گھر کے بجائے نعمت کدوں کے پکے ہوئے کھانے کھاتے ہیں نسبتاً زیادہ مریض دکھائی دیتے ہیں اور مختلف قسم کی بیماریاں بھی انھیں بہت جلد گھیر لیتی ہیں۔ ماہرینِ طب کا کہنا ہے کہ خوراک جلد ہضم ہونے اور اس کے جزو بدن بننے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی روزمرہ کی خوراک کو پورے سکون اور اطمینان کی فضا اور صحت مند ماحول میں کھائے ۔ ماہرینِ نفسیات بھی اس امر کی یوں کہہ کر توثیق کرتے ہیں کہ فکر، غم، غصہ، مایوسی، جھنجلاہٹ، دوسری ذہنی پریشانیاں انسان کے عملِ ہضم پر بہت بُرا اثر ڈالتی ہیں اور فرحت و انبساط کے جذبات، بے فکری، آسودہ خاطری اور قلبی آرام و سکون اچھا اثر ڈالتے ہیں۔ ہوٹل جہاں

سب اجنبی ہوتے ہیں اور کسی کو کسی سے کوئی خونی لگاؤ یا قربت و یگانگت نہیں ہوتی ہرگز اس قسم کی ضروری فضا مہیا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ البتہ ایک خانہ دار خاتون کھانا بھی حتی الوسع صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ تیار کرے گی اور اپنے شوہر اور والدین یا بچوں وغیرہ کو حقیقی محبت، الفت اور دل بستگی کے نیک جذبات کے ساتھ پیش کرے گی۔ وہ اپنی مامتا، وفاداری، اطاعت گزاری اور فطری احساسات کے اظہار کے ذریعے گھر کی ساری فضا کو ماحول کے مطابق سازگار بنا دے گی اور اس طرح طب اور نفسیات کے مذکورہ تقاضے بھی پورے ہو جاتے ہیں۔ الغرض ایک خانہ دار خاتون انسانی صحت کی برقراری اور عام جسمانی نشوونما کے سلسلے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

۵- جدید تحقیق کے مطابق اگر کوئی شیر خوار بچہ بیمار پڑ جائے تو اس کی والدہ کو اس کے پاس ہی رہنا چاہیے، یہاں تک کہ اگر بچہ کسی شفاخانہ میں داخل ہو تو اس صورت میں بھی اس کی والدہ کو اس کے ساتھ ہی رہنا ضروری ہے۔ تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بچے جو اپنی بیماری کی حالت میں اپنی ماؤں کی آغوش میں رہتے ہیں بہت جلد صحت یاب ہو جاتے ہیں اور جو بچے ماں سے دور رہ کر اپنا علاج معالجہ کراتے ہیں زیادہ دیر میں صحت یاب ہوتے ہیں اور بسا اوقات تو ان کی صحت یابی کا سارا عمل ہی مخدوش ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ حقیقت ناقابلِ انکا رہے کہ ایک گھریلو عورت باپ، بھائی، شوہر یا دوسرے اعزہ واقارب کی تیمارداری کر کے ان کے عملِ صحت یابی کی رفتار کو تیز کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک ملازم پیشہ خاتون اپنی غیر موجودگی میں خاندان کے افراد کی تیمارداری اور دوسری دیکھ بھال کے لیے کسی خادم یا خادمہ کا انتظام بھی کر سکتی ہے۔ مگر اس بات کو ایک معمولی سمجھ بوجھ والا شخص بھی تسلیم کرے گا کہ یہ خدام اپنے دل میں ایک بہن، بہو، بیٹی یا بیوی اور ماں کے سے جذبات اور احساسات کسی صورت پیدا نہیں کر سکتے، لہٰذا ان کی تیمارداری بے روح اور ان کی دیکھ بھال بے جان اور محض رسمی ہو گی اور اس طرح مریض، نفسیاتی طور پر ان سے کوئی آرام و سکون حاصل نہ کر سکے گا۔ گھر کی چوکھٹ کے اندر رہ کر کام کرنے والی سگھڑ عورت معاشرے کے ان افراد کی بحالیٔ صحت کے سلسلہ میں نمایاں اور قابلِ قدر کردار

ادا کرتی ہے اور ہم اسے کسی طور پر بھی معاشرے کا ایک ناکارہ حصہ نہیں گردان سکتے۔

۶- کسبِ رزق شاید انسانی زندگی کا سب سے زیادہ تھکا دینے والا کام ہے۔ غالباً انسان کے بچپن کا زمانہ صرف اسی وجہ سے قابلِ رشک اور حد درجہ پسندیدہ سمجھا جاتا ہے اور بار بار یاد کیا جاتا ہے کہ انسان اس منزل میں فکرِ معاش کے چکر سے آزاد ہوتا ہے۔ مرد جب سات آٹھ گھنٹے کی مسلسل جسمانی یا ذہنی کاوش کے بعد اپنے معاشی کام کاج سے فارغ ہو کر واپس گھر لوٹتا ہے تو فطری طور پر کسی محبت کرنے والی ہستی کا انتظار، اس کی مسکراہٹ اور ''خوش آمدید'' کا خواہاں ہوتا ہے اور یقیناً یہی وہ جذبات اور احساسات ہوتے ہیں جو اس کی ساری معاشی جدوجہد سے پیدا ہونے والی تھکاوٹ، گرانی اور اضمحلال کو فرحت اور انبساط اور تازگی میں بدل دیتے ہیں۔ یہ بیٹی، بہن اور بیوی کی خندہ روئی، دلجوئی اور پاکیزہ محبت کا اظہار ہی ہوتا ہے جو کمانے والے باپ، بھائی اور شوہر کا ذہنی بوجھ ہلکا کر دیتے ہیں اور یہ افراد تازہ دم ہو کر اگلے روز پھر اپنے اپنے کاموں پر چلے جاتے ہیں۔ یورپی ممالک میں خاندان کا شیرازہ بکھر جانے کے سبب اور عورت کی بیرونِ خانہ مصروفیات کی وجہ سے مرد اور عورت دونوں مختلف قسم کی شدید نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہیں۔ دردِ سر، دماغی ہیجان، اعصابی کوفت اور تھکاوٹ کا مسلسل احساس اور بے خوابی وغیرہ وہاں کے عام نفسیاتی امراض ہیں۔ اس کے برخلاف انصاف اور حقیقت پسندی کی نظر سے دیکھیے تو ایک پابندِ خانہ خاتون معاشرے کو ان تمام امراض سے پاک وصاف رکھنے میں نہایت ہی اہم اور قابلِ قدر خدمت سرانجام دیتی ہے۔

۷- آج کے معاشرے میں جتنی بھی جنسی بے راہ روی اور صنفی انتشار پایا جاتا ہے، اس کی اصل وجہ مرد و زن کا آزادانہ میل ملاپ ہے۔ آپ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو جس قدر ایک دوسرے کے قریب آنے کے مواقع فراہم کریں گے، فحاشی اور بداخلاقی کا سیلاب اسی قدر تیزی اور شدت کے ساتھ بہتا چلا جائے گا۔ معاشرے کی پردہ دار اور خانہ دار خاتون گھر کی چاردیواری کے اندر مصروفِ کار رہ کر اور اس طرح مرد و زن کے آزادانہ میل جول کے مواقع کو کم سے کم کر کے اپنے معاشرے کو پاک وصاف رکھنے کی قدرتی خدمت انجام

دیتی ہے۔ وہ اپنی ستر پوشی، حیا اور شرم کے باعث سوسائٹی میں عصمت، عفت اور نسوانی وقار کی قدر و قیمت باقی رکھتی ہے۔ مردوں کی نظروں کی پاکیزگی اور ان کے دلوں کی طہارت انھی خانہ دار خواتین کی مرہونِ منت ہے، ورنہ بے پردہ خواتین تو ہمیشہ مردوں کو دعوتِ نظارہ پیش کرتی ہیں اور انھیں گناہوں میں ملوث کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ گویا ایک خانہ دار عورت بیرونِ خانہ سماجی مصروفیات سے دور رہ کر اور غیر نمائشی وٹھوس جدوجہد میں مصروف رہ کر معاشرے کو جنسی بے راہ روی اور دوسری قسم کی اخلاقی گراوٹوں سے پاک و صاف رکھتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ایسی عورت معاشرے کے لیے رحمت کا فرشتہ ہے اور معاشرہ اس پر جس قدر بھی فخر کرے کم ہے۔

غور فرمایئے کہ ایک خانہ دار خاتون جو ہماری آئندہ نسلوں کی پرورش ونگہداشت اور ان کی بنیادی تعلیم و تربیت کے اسباب فراہم کرتی ہے، خاندان کی شیرازہ بندی کرتی ہے اور اس طرح معاشرے اور ریاست کے استحکام کا سبب بنتی ہے، معاشرے کو مجموعی اور حقیقی ترقی کی جانب گامزن رکھتی ہے، افرادِ معاشرہ کی صحت وتندرستی قائم رکھنے میں اعانت کرتی ہے اور انھیں قلبی سکون اور ذہنی چین بخشتی ہے، اپنی ستر پوشی اور حیاء وشرم کے ذریعے اور اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کر کے معاشرے کو اخلاقی گندگی سے پاک رکھتی ہے۔ سماج کے ایسے مؤثر، فعال، بنیادی عنصر اور فرشتۂ رحمت کو معاشرے کا ''عضوِ معطل'' قرار دینا دنیا کی سب سے بڑی احسان فراموشی، عاقبت نااندیشی، افسوسناک حماقت اور فکری دیوالیہ پن کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے؟

قدرت نے مرد اور عورت کے جسم، ذہن اور ان کی نفسیات کے واضح فرق کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے دونوں کو الگ الگ فرائض و وظائف سونپے ہیں۔ مغربی تہذیب کا شاید یہ سب سے بڑا المیہ ہے کہ اس نے عورت کے مخصوص جسم، ذہن اور ایک جداگانہ نفسیات کا قطعاً کوئی لحاظ نہ رکھتے ہوئے اسے سراسر غیر فطری امور کی سرانجام دہی میں الجھا دیا ہے۔ مصنوعی مساوات کی آڑ میں عورت پر دوہری ذمہ داری ڈال دی گئی ہے یعنی ایک تو پیدائش و پرورش اولاد کی ذمہ داری اور دوسری خاندان کی کفالت کی ذمہ داری۔ عورت کا وہ نازک جسم، نرم ذہن اور معصوم نفسیات، جو نسلِ انسانی کی پیدائش، نگہداشت اور تربیت کے لیے تخلیق کیے گئے تھے، معمولی دفتروں اور

کارخانوں سے متعلق فائلوں کی ورق گردانی میں صرف کیے جارہے ہیں۔ ساری دنیا آج اس ''تہذیبی المیہ'' کے ہولناک نتائج سے دوچار ہے۔عورت اپنے حقیقی اور طبعی حسن و جمال کو کھورہی ہے، معاشرے میں اس کا روایتی احترام آہستہ آہستہ ختم ہورہا ہے، گھر ویران ہوچکے ہیں، خاندانی نظام درہم برہم ہوچکا ہے، بچے اخلاقی اقدار سے محروم ہیں اور اس کا ذہن بھی طرح طرح کی پراگندیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔

مظہر علی ادیب

دل کا پردہ

ایک مغالطہ آمیز اصطلاح

متعدد بار یہ جملہ سنا جاتا ہے کہ ''اصل پردہ تو دل کا ہوتا ہے''۔ ''دل یا قلب ونظر کا پردہ'' کی اصطلاح بظاہر ''عین اسلامی'' معلوم ہوتی ہے اور ایک عام انسان اس اصطلاح کے پرکشش اور خوش نما الفاظ سے دھوکہ کھا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کا تنقیدی تجزیہ ضروری ہے۔ ''دل کے پردے'' کے حامی لوگ درحقیقت کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر عورت کا دل نیک ہے، اس کی نیت صاف ہے اور اس کی ''آنکھ میں حیا'' ہے تو برقع (یا چادر) کی کیا ضرورت ہے۔ بازاروں، منڈیوں اور اسمبلیوں میں سر سے آنچل کھسک گیا تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑی؟ اگر ایک عورت کے ''دل میں پردہ'' نہیں اور اس کی ''آنکھ میں حیا'' نہیں، تو اُسے اگر کمبل بھی پہنا دیا جائے تو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ ''پردہ'' بے شک ایک عبادت ہے، لیکن اس کی اصل روح ''شرم وحیا'' ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نیت کو دیکھتا ہے، اس کے ظاہری اعمال کو نہیں۔

''دل کے پردے'' کی بات اسلام کے حوالے سے کی جاتی ہے، اس لیے جواب بھی ان کو اسلام ہی کی روشنی میں دیا جانا چاہیے۔ اگر ہم ''دل کے پردے'' ہی کو اصل ''اسلامی پردہ'' تصور کرلیں تو قرآن کریم کی وہ آیات جن میں رسول اللہ ﷺ کی پاک بیویوں، بیٹیوں اور عام مسلمان عورتوں کو بڑی چادر سے اپنے جسم کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے، بے معنی ہوکر رہ جاتی ہیں۔ کیا نعوذ باللہ نبی ﷺ کی بیویاں نیک دل نہ تھیں، کیا ان کی آنکھ میں حیا نہ تھی اور کیا ان کی نیت صاف نہ تھی کہ ان کو ستر پوشی کے احکام دیے گئے؟ قرآنِ کریم کب یہ کہتا ہے کہ ''قلب ونظر کے پردے'' والی مسلمان عورتیں چادریں یا برقعے اتار اتار کر پھینک دیں۔ قرآن تو نکاح کی عمر سے گزر جانے والی عورتوں کو بھی یہی مشورہ دیتا ہے کہ وہ چادروں سے ستر پوشی کرتی رہیں تو بہتر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت کی ستر پوشی اس کی پیدائش سے لے کر اس کے کفن دفن تک باقی رہتی ہے۔

اس کے علاوہ اگر ''دل کے پردے'' ہی کو کافی سمجھ لیا جائے تو قرآنِ کریم کی وہ فہرست کہاں جائے گی کہ جس میں محرم و نامحرم کی تفصیل درج ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ عورت اپنی زینت کے ساتھ کن کن مردوں کے سامنے آسکتی ہے۔ قرآن عورتوں کو ''اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مارنے'' اور ''اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ'' ڈالنے کا واضح حکم دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ایک ''دل کے پردے'' والی عورت برقع، چادر یا اوڑھنی لیتی ہی نہیں تو وہ قرآن کے ان احکامات پر عمل کیسے کرے گی؟

جب ''پردے'' کو ایک عبادت تسلیم کر لیا گیا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ''عبادت'' کی ادائیگی کے طریقے یا آداب کیا ہیں؟ شریعت اس ضمن میں ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے؟ دوسری عبادات کی طرح ''پردے'' کی عبادت کی بھی کوئی مخصوص فارم ہے یا نہیں؟ اگر اس عبادت کی کوئی فارم ہے، اس کی ادائیگی کے کچھ نہ کچھ آداب متعین ہیں جو یقیناً ہیں تو کیا مسلم خواتین کو ان پر عمل پیرا نہیں ہونا چاہیے؟ کیا اس عبادت کا کوئی صریح تقاضا نہیں ہے؟ بے شک ''پردے'' کی اصل روح شرم و حیا ہے، لیکن یوں تو نماز کی اصل روح عاجزی و انکساری ہے اور روزہ کی اصل روح تقویٰ ہے، قربانی کا اصل مقصد جذبۂ قربانی و خود سپردگی ہے اور حج کا حقیقی مدعا ذہنی انقلاب ہے تو کیا ان عبادات کی تمام ظاہری شکلوں کو ختم کر دیا جائے اور صرف ان کی ''اصل روح'' کو دوسرے طور طریقوں کے ذریعہ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے؟ کسی بھی زاویۂ نگاہ سے یہ اندازِ فکر درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دل کی نماز، دل کا پردہ، دل کا حج یا دل کی زکوٰۃ، قربانی وغیرہ کو اگر صحیح اور حقیقی عبادت تسلیم کر لیا جائے تو نماز کے لیے وضو کرنے اور مسجد میں جانے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ روزے کے لیے سحری اور افطاری کی کیا ضرورت ہے؟ حج کے لیے مکہ مکرمہ کے سفر کی کیا ضرورت ہے؟ زکوٰۃ کے لیے پیسہ خرچ کرنے اور قربانی کے لیے جانور ذبح کرنے کی کیا اہمیت ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی تمام عبادات بشمول پردہ اپنی ''اصل روح'' کے ساتھ ساتھ اپنا ایک ''اصل قالب'' یعنی سانچا بھی رکھتی ہیں۔ ''روح'' اپنے قیام کے لیے خود ایک ''قالب'' کا تقاضا کرتی ہے۔ جب انسان کا جسم (قالب) ختم ہو جاتا ہے تو روح بھی اس جسم سے نکل جاتی ہے۔ پردے کی روح ''شرم و حیا'' اور ''قالب'' وہ کپڑا ہے جس سے چہرے اور جسم

کا حسن چھپایا جاتا ہے۔اس کا ''قالب'' و روح دونوں ہی ضروری ہیں۔یہی فاضل کپڑا ''عورت کے دل کے پردے'' کو ظاہر کرتا ہے،اس کی ''آنکھ کی حیا'' کی علامت ہے اور اس کی ''نیت کی پاکیزگی'' کا مظہر ہے۔جیسے وضو اور رکوع وسجدہ کے بغیر نماز،نماز نہیں،شب خیزی اور سحری و افطار کے بغیر روزہ،روزہ نہیں،اور خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف کے بغیر حج،حج نہیں،ویسے ہی برقع،نقاب یا چادر کے بغیر پردہ،پردہ نہیں اور جو عورت اس اہتمام کے بغیر ''دل کے پردے'' کی آڑ میں ''باپردہ'' ہونے کی دعویدار ہے وہ بلاشک وشبہ منافق ہے۔حقیقت میں اس کا دل پردے کے احساس سے خالی ہے۔قلبی طور پر وہ ''پردہ'' کرنا ہی نہیں چاہتی۔''دل کے پردے'' کی اصطلاح تو صرف اس نے بے پردہ ہونے کے لیے گھڑی ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کو دیکھتے ہیں،لیکن نیتوں کا عملی اظہار زبان اور اعضاء وجوارح سے بھی ہونا چاہیے۔کوئی بھی عبادت،نیکی یا خوبی چاہیے ہو،نیت کے ساتھ ساتھ اس کا عملی مظاہرہ ضروری ہے۔اگر ایک مسلمان عورت کی نیت واقعی پردہ کرنے کی ہے تو اسے شریعت اور سلف صالحین کی روایت کے مطابق عملاً برقع یا نقاب دار چادر پہن کر اس نیت کا اظہار کرنا چاہیے۔

پھر یہ کیسی ''نیک نیتی'' ہے کہ اعمال بدنیتی کا پتہ دے رہے ہیں۔''دل میں پردہ'' ہے اور سر سے پاؤں تک ''بے پردہ'' ہے۔''آنکھ میں حیاء'' ہے اور بے حیائی کے کاموں میں رات دن مصروف ہے۔ماڈل گرل،سیلز گرل بن کر تاجروں کی تجارت کو فروغ دے رہی ہے،ائیر ہوسٹس بن کر مسافروں کی ''خدمت'' کر رہی ہے،ایکٹریس بن کر فلموں میں عشقیہ وفحش گانے گا رہی ہے،ناچ رہی ہے،پھلانگ رہی ہے،غیر مردوں کے بازوؤں میں کھیل رہی ہے۔ٹی وی فنکارہ بن کر کبھی اس مرد کی اور کبھی اس مرد کی معشوقہ،بیوی اور بہن بن رہی ہے،اور ''بھائی'' کے ہاتھ پاؤں دبا رہی ہے۔ڈریس شو میں جسم کے زاویے بنا بنا کر نسوانی حسن کا مظاہرہ کر رہی ہے اور ثقافتی طائفوں میں شریک ہو کر اپنے فن سے مردوں کے جنسی جذبات کو بھڑکا رہی ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ اس کے ''دل میں پردہ'' ہے اور اس کی ''آنکھ میں حیا'' ہے۔کیا یہی حیا کے حقیقی تقاضے ہیں؟ کیا نیک نیت ہونے کا یہی مدعا و مقصد ہے؟ کیا باطن وظاہر کا یہ تضاد یا قول وفعل کی یہ دوئی باعث

بدنامی وذلت نہیں؟

بالفرض اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ایک عورت برقع یا چادر کے بغیر بھی باحیا ہوسکتی ہے اور ''بے پردگی'' سے اس کا مقصد نمائش حسن نہیں ہے، تب بھی صنفِ مخالف کے دل میں عورت کے لیے جو فطری کشش ودیعت کردی گئی ہے، اسے کیسے ختم کیا جاسکتا ہے؟ عورت کے چہرے اور جسم کے بے پردہ حسن سے سوسائٹی میں جو فتنے پیدا ہوتے ہیں ان سے کس طرح بچا جاسکے گا؟ اس کے برہنہ سر کے خوبصورت بال، بے پردہ جسم کے نشیب وفراز اور حسین وجمیل لباس، نوجوان لڑکوں کو اپنی طرف کیوں مائل نہیں کریں گے؟ کیا عورت کے جسم کی یہ بے پردگی اور غیر مردوں کے ساتھ اس کا عام میل ملاپ معاشرے کی فضا کو پاکیزگی سے محروم نہ کریں گے؟ ستر پوشی نہ صرف خود عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت کرتی ہے بلکہ مردوں کے دلوں اور ان کی نگاہوں کو جنسی آلودگی سے بچاتی ہے۔

الغرض ''دل کا پردہ'' یا ''آنکھ کی حیا'' دو انتہائی گمراہ کن اصطلاحیں ہیں۔ ان اصطلاحوں کو ان عورتوں نے ایجاد کیا ہے جنہوں نے برقع یا چادر نہ پہننے کی قسم کھا رکھی ہے اور انھیں پردے سے شدید چڑ ہے۔ یہ درحقیقت ''دل کے پردے'' کی آڑ میں ہر قسم کی بے پردگی، آزادی اور بے مہاری کا جواز پیدا کرنا چاہتی ہیں۔ بات بہت سیدھی سی ہے کہ معاشرے کا اونچا طبقہ اپنی ایمانی کمزوری، غلط تعلیم، دولت کی فراوانی، مغرب زدگی اور اپنی اعلیٰ ملی روایات سے انحراف کے باعث ''پردے'' کو ترک کر رہا ہے۔ بے پردگی، اسٹیٹس سمبل بنتی جارہی ہے۔ اب ایک بھیڑ چال نے جنم لے لیا ہے۔ نچلے اور درمیانی طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین، اونچے طبقے میں شمار ہونے کی غرض سے بے پردگی کے مصنوعی اسٹیٹس سمبل کو اپنا رہی ہیں۔ اخلاقی جرأت کے فقدان کے سبب شرعی پردے کی کھل کر مخالفت نہیں کرسکتیں اور نہ بے پردگی کی حمایت ہی کرسکتی ہیں۔ لہٰذا منافقانہ انداز میں یہ عورتیں ''دل کے پردے'' کو آگے لے آئی ہیں اور ''آنکھ کی حیا'' کا فلسفہ گھڑ لیا گیا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ ''دل کا پردہ'' اسلامی پردے کے خلاف ایک سازش ہے، شرعی حجاب سے فرار کا

ایک نیا انداز ہے، ملی روایات سے بغاوت ہے، قومی اقدار سے انحراف ہے، ایک دھوکہ ہے، فریب ہے، بدعت ہے، کھلی عیاری ومکاری ہے، دل کے کھوٹ کو چھپانے کا ایک ڈھونگ ہے۔ یہ ''دل کا پردہ'' نہیں بلکہ دل پر جہالت کا پردہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان راہ گم کردہ خواتین کی رہنمائی فرمائے اور انھیں شرعی حجاب اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔

آمین ثم آمین

مظہر علی ادیب

''پردہ'' نفسیات کی روشنی میں

بعض لوگ ''پردے'' کے خلاف یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ انسانی نفسیات ہے کہ جس قدر کسی چیز کو چھپایا جاتا ہے اسی قدر اس چیز کی چاہت بڑھ جاتی ہے اور انسان اس چھپائی جانے والی چیز کے بارے میں بالخصوص کچھ زیادہ ہی تجسس کرنے لگتا ہے۔ سیدھے لفظوں میں یہ حضرات یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ ایک بے پردہ عورت کے مقابلے میں ایک چادر یا برقع پوش یا پردہ عورت کا گھر سے باہر زیادہ تعاقب کیا جاتا ہے اور اوباش نوجوان اس کے جسمانی حسن و جمال کی ''تحقیق'' کے نسبتاً زیادہ درپے ہوتے ہیں۔ اسی بات کو مزید سمجھانے کی غرض سے یہ حضرات یہ مثال پیش کرتے ہیں کہ اگر ایک آقا اپنے خادم کو کسی خاص صندوق کو نہ کھولنے کے بارے میں ہدایت کرے تو وہ خادم موقع پاتے ہی اس خاص نشان زدہ صندوق کو کھولنے کی طرف ضرور متوجہ ہوگا اور معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ آخر اس صندوق میں ایسی کیا چیز ہے کہ جس کی خاطر اسے وہ صندوق نہ کھولنے کے لیے کہا گیا تھا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جب تک ایک مسافر کی نگاہ سے اس کی منزل مقصود پوشیدہ رہتی ہے مسافر اس کی تلاش اور جستجو جاری رکھتا ہے، اور جوں ہی مسافر اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے اور اسے پالیتا ہے تو اس میں تلاش اور جستجو کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔

اگر ان دلائل اور مثالوں پر گہرا غور وفکر نہ کیا جائے تو ایک نظر میں یہ خاصے وزنی اور جان دار دکھائی دیتے ہیں اور ایک عام آدمی یہ یقین کرنے لگتا ہے کہ گویا عورت کی عصمت وعفت ''پردے'' کی بجائے بے پردگی میں پنہاں ہے، اور یہ کہ عورت کو چھپایا جانا غلط ہے اور اسے سب کے سامنے، پبلک میں لانا زیادہ صحیح ہے اور ایسا ہونا انسانی نفسیات کے حقیقی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ لیکن اگر ہم ان دلائل اور مثالوں پر عمیق نظر سے غور وفکر کریں اور ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ ان کا مفصل جائزہ لیں تو یہ حقیقت بالکل کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ مخالفینِ پردہ کی ''نفسیاتی'' دلیلیں اور مثالیں اتنی ہی بے جان بے وزن، کمزور یا بودی ہیں جتنی کہ اس ضمن میں

بعض دوسری پیش کی جانے والی دلیلیں یا مثالیں وغیرہ۔

بے شک یہ انسانی ''نفسیات'' ہے کہ پوشیدہ اور نامعلوم اشیاء کے بارے میں انسان تجسس و آرزو کرتا ہے، لیکن یہ بھی ویسی ہی انسانی نفسیات ہے کہ ہر انسان اپنی قیمتی اشیاء کو چھپا کر، بڑی حفاظت کے ساتھ رکھتا ہے۔ سونے چاندی کے زیورات اور نقدی عموماً ہم بینک میں رکھتے ہیں یا مضبوط تالوں کے ساتھ لوہے کی الماریوں، تجوریوں اور صندوقوں کے اندر بند کر کے رکھتے ہیں۔ اگر معترضین کی مذکورہ دلیل کو اس معاملے میں درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر کسی بھی شے کی حفاظت کا صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ اس شے کو انتہائی غیر محفوظ انداز سے رکھا جائے۔ یعنی اگر ایک جوہری چاہتا ہے کہ اس کے بیش قیمت جواہرات چوری نہ ہوں تو اسے رات کے وقت بھی اپنی دکان کو کھلا چھوڑ دینا چاہیے، اس لیے کہ دکان بند کرنے سے چوروں کا ''تجسس'' بڑھے گا اور ان کے دل میں جواہرات چرانے کی ''آرزو'' پیدا ہوگی! استغفر اللہ! یوں تو پھر انسان کو کپڑے بالکل ہی نہیں پہننے چاہئیں، کیونکہ کپڑے ''تجسس'' پیدا کرتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ نے عورت کے لیے ''پردے'' کا اہتمام جو لازمی قرار دیا ہے، تو اس اہتمام کی بنیاد بھی دوسری انسانی نفسیات پر رکھی گئی ہے۔ یعنی عورت کی عصمت و عفت ایک انمول شے ہے اور اس شے کی قابلِ اعتماد حفاظت کے لیے عورت کو غیر مردوں کی نگاہ یا ان کی پہنچ سے چھپانا اور بچانا ضروری ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ ایک پردہ دار عورت گھر کے اندر نامحرم مردوں کے سامنے نہیں آتی اور محرم مردوں کے ساتھ بھی معاملات طے کرتے وقت ستر کی حفاظت کرتی ہے، گھر سے باہر نکلتی ہے تو اپنے آپ کو سرتاپا نقاب دار چادر یا برقع میں لپیٹ کر رکھتی ہے، اس کا حسن مستور رہتا ہے، اس کے محاسنِ جسم کسی غیر مرد کو دعوتِ نظارہ نہیں دیتے، کسی شخص سے اس کی آنکھیں چار نہیں ہوتیں، کسی مرد سے وہ آزادانہ طور پر بات چیت نہیں کرتی۔ بتائیے ایسی عورت کی عزت و عصمت زیادہ محفوظ رہے گی یا اس عورت کی کہ جو گھر کے اندر ہر نامحرم مرد کے سامنے آتی ہے اور نامحرم نوجوان لڑکوں کے ساتھ بے حجابانہ انداز میں گھل مل جاتی ہے، باہر جاتی ہے تو جسم کے نشیب و فراز اور لباس کی خوبصورتی کو چھپانے کے لیے نہ چادر لیتی ہے نہ برقع! محرم و نامحرم کی کوئی تمیز نہیں ،گھر سے باہر عام دعوتِ نظارہ دیتی پھرتی ہے؟

کیا یہ انسانی نفسیات نہیں کہ ہم میں سے ہر شخص ''مشکل'' کے بجائے ''آسانی'' چاہتا ہے، دشوار راستوں کی جگہ سہل راستوں کو اختیار کرتا ہے؟ موجود پسندیدہ چیز کو چھوڑ کر غیر موجود یا غائب پسندیدہ چیز کے پیچھے پڑنا انسانی نفسیات کے خلاف ہے۔ بھوکے شیر کے سامنے اس کا ایک شکار کھلا پڑا ہو اور دوسرا شکار یا تو اس کے سامنے ہی نہ ہو اور اگر سامنے بھی ہو تو وہ کسی جھاڑی وغیرہ میں چھپا ہوا ہو، تو بتائیے وہ شیر کون سے شکار کے کھانے میں پہل کرے گا؟ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ جھاڑی میں چھپے ہوئے شکار کی طرف متوجہ ہو اور کھلے اور واضح شکار کو نظر انداز کر دے! بعینہٖ ایک ایسی عورت کہ جس کا حسن سر سے پاؤں تک ظاہر اور نمایاں ہے، بمقابلہ اس عورت کے کہ جس کا حسن سرتاپا مستور ہے، مردوں کے لیے بہتر اور سہل ''شکار'' ثابت ہو سکتی ہے۔ لڑکا اسی لڑکی کا پیچھا کرے گا جس کے حسن و جمال کی گواہی اس کی آنکھیں اور اس کا دل پہلے ہی دے چکے ہیں۔ وہ ایسی لڑکی کے تعاقب کو حماقت اور وقت کا ضیاع سمجھے گا کہ جس کے حسن و جمال کا اسے فی الحال کوئی اندازہ ہی نہیں ہے۔

مغرب کی عورت تو مکمل طور پر بے حجاب ہو چکی ہے، تو کیا مردوں کے ہاتھوں اس کی عزت و عصمت محفوظ ہو چکی ہے؟ کیا یہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات رہ گئی ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ ناجائز بچے انھی مغرب کی آزاد اور قلیل اللباس عورتوں کی کوکھ سے جنم لے رہے ہیں؟

ہر مسلمان مرد اور عورت کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر انسانی نفسیات سے واقف کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس باری تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو حکم دیا:

''وقار کے ساتھ گھروں میں بیٹھی رہو اور دورِ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو''۔ (سورۃ الاحزاب: ۳۳)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و تربیت سے براہِ راست فیض حاصل کرنے والی نیک ترین بیبیوں کے لیے یہ حکم ہے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے عام خواتین کے لیے اس حکم پر عمل کی اہمیت و ضرورت کس درجہ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعد انسانی نفسیات کو سب سے زیادہ جاننے اور سمجھنے والے ہادیٔ برحق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

''عورت پوشیدہ رکھی جانے والی تخلیق ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے''۔ (ترمذی کتاب الرضاع)

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ فرماتی ہیں کہ:

''عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے۔ اوّل یہ کہ اسے کوئی نامحرم نہ دیکھے، دوسری یہ کہ وہ کسی نامحرم کو نہ دیکھے''۔

امام غزالی رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے:

''عورت کو ضعف اور ستر سے پیدا کیا گیا ہے۔ ضعف کا علاج خاموشی اور ستر کا علاج پردے میں رکھا گیا ہے''۔

حکیم الامت علامہ اقبال کا قول ہے:

''عورت کا جنسی تقدس اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے اجنبی نگاہوں سے ہر طرح محفوظ رکھا جائے۔ عورت ایک بہت ہی عظیم ذریعہ تخلیق ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی تخلیقی قوتیں مستور و محجوب ہیں''۔

علامہ اقبال کے دو مشہور اشعار ہیں:

عزت ہے محبت کی قائم اے قیس حجابِ محمل سے
محمل جو گیا، عزت بھی گئی، غیرت بھی گئی، لیلیٰ بھی گئی!

اور

آغوش صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر!

اہم اشیاء کی حفاظت اور پوشیدگی نہ صرف انسانی نفسیات بلکہ اس کی ساخت میں بھی نظر آتی ہے۔ انسانی جسم میں وہ تمام اعضاء کہ جن پر زندگی کا دارومدار ہے یا جن کا نقصان سارے جسم کا نقصان ہے، مثلاً دماغ، دل، گردے، جگر، پھیپھڑے وغیرہ، اللہ تعالیٰ نے ان سب اعضاء کو انتہائی محفوظ طریقے سے چھپا کر رکھا ہے۔

معترضین کو یہ حقیقت نہیں بھولنی چاہیے کہ ''چھپنا'' خود عورت کی فطرت یا نفسیات میں شامل

ہے۔قدرت نے ''حیا'' اور گریز اس کی خلقت میں شامل کر دیا ہے۔البتہ غلط ماحول عورت کی اس نفسیات کو وقتی طور پر متاثر کر دیتا ہے۔عربی، فارسی اور اردو میں عورت کے لیے جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان سب کے لغوی معنی ''چھپنے'' یا ''پوشیدہ'' رہنے کے ہیں۔پھر عورت کے حوالے سے انسانی نفسیات پر بحث کرتے ہوئے ہمیں مردوں کی نفسیات مع جنسیات کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہیے۔مرد فطرتاً عورت کا پرستار ہے، وہ عورت کی طرف بے اختیار کھنچا آتا ہے۔کبھی کبھی وہ اسے حاصل کرنے کے لیے تخت وتاج کو بھی لات مار دیتا ہے۔گھر بار، وطن، عزیز واقارب، یہاں تک کہ اپنا عقیدہ اور مذہب تک چھوڑ دیتا ہے، اسے پانے کے لیے خون خرابہ کرتا ہے، اس کے عشق میں اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔عورت کی انفعالیت، قبولیت، تاثیر اور مغلوبیت کی صلاحیتوں کے مقابلے میں قدرت نے مردوں کو فاعلیت ، قابلیت، تاثر اور غلبہ کی استعداد بخشی ہے۔نیز دونوں کی جسمانی مشینری میں کچھ ایسا فرق رکھا ہے کہ ایک کا گناہ چھپ سکتا ہے تو دوسرے کا گناہ مجسم گناہ بن کر اس کے سامنے آجاتا ہے۔

• یہ سب باتیں اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ عورت کو مرد سے چھپایا جائے اور اس کے حسن و جمال کو مستور رکھا جائے۔عورت کی عصمت وعفت کی حفاظت کی خاطر ''پردہ'' ضروری ہے اور اس سے بہتر کوئی دوسرا نظام تشکیل نہیں دیا جاسکتا۔عورت کو گھر سے باہر پبلک میں لاکر اور اس کے جسم کو حیا کے لباس سے محروم کر کے باعصمت نہیں رکھا جاسکتا۔جو مرد نفسیات کی آڑ میں عورت کو مکمل طور پر بے پردہ کرنا چاہتے ہیں، درحقیقت وہ اپنے نفس اور ہوس کے غلام ہیں، دھوکہ باز اور مکار ہیں، عورت کے بہت بڑے دشمن ہیں .... عورت کو ان کے مکروہ جال میں ہرگز نہیں پھنسنا چاہیے!

مظہر علی ادیب

قصوروار کون......لڑکی یا والدین؟

نوجوان لڑکیاں گھروں سے بھاگ رہی ہیں۔ محبت کی شادیوں کا رواج بڑھ رہا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان آشنائیاں روز بروز عام ہوتی جارہی ہیں۔ والدین معاشرے میں رسوا ہو رہے ہیں۔ وہ خود اپنی بچیوں کو ''آشناؤں سمیت'' قتل کررہے ہیں۔ اس قسم کی لڑکیوں سے'' دارالامان'' بھرے پڑے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس شرمناک اور کربناک صورت حال کا اصل ذمہ دار کون ہے؟ لڑکیاں یا ان کے والدین؟ لڑکیاں جب اپنے آشناؤں کے ساتھ گھروں سے بھاگتی ہیں تو وہ یکا یک اچانک بھاگنے کا منصوبہ نہیں بنا سکتیں۔ جب لو میرج عدالت میں ہوتی ہے تو وہ بھی کئی مراحل سے گزر کر ممکن ہوتی ہے۔ کوئی فوری اقدام نہیں ہوسکتا۔ یہ سب کچھ لڑکی کے کسی لڑکے سے ''گہرے تعلقات'' پیدا ہونے کے بعد ہی ممکن ہوسکتا ہے۔

اب اہم ترین سوال یہ ہے کہ جب لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ اس حد تک ''گہرے تعلقات'' استوار کررہی ہوتی ہے، اس کے والدین کہاں سوئے رہتے ہیں؟ وہ اپنی بچیوں کو شرعی پردہ کیوں نہیں کراتے؟ وہ ان کو گھریلو مرد ملازموں، باورچیوں، ڈرائیوروں، دفتر کے نوجوان ساتھیوں اور دوستوں کے سامنے کیوں کرتے ہیں؟ وہ اپنی نوجوان لڑکیوں کو خاندان کے نوجوان لڑکوں (کزن وغیرہ) سے فری کیوں ہونے دیتے ہیں؟ انھیں تنہائی کیوں دیتے ہیں؟ وہ ان کو اکیلے سفر یا بھرے بازاروں میں تنہا شاپنگ کرنے کی اجازت کیوں دیتے ہیں؟

الغرض آج والدین اپنی بچیوں کی حفاظت کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری صحیح طور پر نہیں نبھا رہے ہیں۔ اس سنگین مسئلے کا حل ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ والدین شروع ہی سے اپنی نوجوان بچیوں کے لیے گھروں سے باہر مکمل ستر پوشی (برقع یا لمبی نقاب دار چادر کے ذریعے) اور گھر کے اندر نامحرموں سے مکمل پردے کا اہتمام کریں۔ خاندان کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان ایک فاصلہ رکھیں۔ تنہائی اور ہنسی مذاق کی آزادی نہ دیں۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے

پھیلائی جانے والی بے حیائی سے انھیں محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

بے شک اس کے ساتھ ساتھ پرنٹ میڈیا اور بالخصوص الیکٹرانک میڈیا کی اصلاح بھی بے حد ضروری ہے، جو برسہابرس سے ڈراموں اور کھیل تماشوں کے ذریعے مسلسل نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو آپس میں عشق کرنے کی باقاعدہ تربیت دے رہے ہیں۔ خفیہ ملاقاتوں کے طریقے سکھائے جارہے ہیں، لومیرج کی ایک منظم طریقے سے ترغیب دی جارہی ہے، والدین کو نظرانداز کر کے ہر صورت میں ''اپنی پسند کی شادی'' کو رواج دیا جارہا ہے۔ دفتروں اور گھروں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان حد درجہ آزادی اور ملنا جلنا دکھایا جارہا ہے۔ اسلام نے عورت کی عصمت وعفت کی حفاظت کی خاطر جو چند معاشرتی پابندیاں اس پر لگائی ہیں ان کو توڑا جارہا ہے۔ الغرض، والدین کی مثبت کوششوں کے ساتھ ساتھ ٹی وی کے موجودہ منفی رویہ کو بدلنا بے حد ضروری ہے۔

سید مظہر علی ادیب

غیرت وحمیت دینی

علامہ اقبال ایک نہایت ہی غیرت مند انسان تھے۔ انگریز سرکار، ''لارڈ لنگڈن'' کے زمانے میں علامہ اقبال کو اپنا گورنر بنا کر جنوبی افریقہ بھیجنا چاہتی تھی۔ من جملہ دیگر شرائط کے، ایک شرط یہ بھی تھی کہ تمام سرکاری تقریبات میں ''بیگم اقبال'' ان کے ہمراہ ہوں گی۔ علامہ اقبال نے یہ کہہ کر اس پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ:

''بے شک میں ایک گنہگار مسلمان ہوں اور اعمال کے اعتبار سے مجھ سے بہت سی کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں۔ تاہم میں اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ محض ایک سرکاری عہدے کی خاطر اپنی بیوی کو بے پردہ کردوں''۔

(از مولانا مودودی رحمہ اللہ، ماہنامہ بتول اپریل ۲ے۱۹ء)

ایک مرتبہ علامہ مرحوم کسی مغربی ملک میں بصورت وفد گئے۔ تمام ارکانِ وفد اپنی بیویوں سمیت جارہے تھے، علامہ اقبال نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ:

''ان کی بیگم پردے کی پابند ہیں اور ایسے وفدوں میں پردے کا ذکر تک نہیں آتا''

(حکیم محمد حسین صاحب عرشی امرتسری)

پیرزادہ بہاء الحق قاسمی امرتسری نے اپنی کتاب ''پردۂ نسواں'' میں تحریر کیا ہے کہ:

''ایک مرتبہ سر محمد شفیع کے ہاں علامہ صاحب ''مع فیملی'' مدعو تھے۔ لیکن علامہ اقبال تنہا گئے۔ سر شفیع نے پوچھا! بیگم صاحبہ کو کیوں نہیں لائے؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ پردے کی پابند ہیں۔ سر شفیع نے کہا...... یہاں زنانے میں قیام فرما سکتی ہیں۔ علامہ صاحب نے جواب دیا بے پردہ گھروں کے ''زنانے'' بھی ایسے ہی ہوتے ہیں''۔

سر راس مسعود، علامہ اقبال کے بہت ہی گہرے دوست تھے۔ ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ سر راس مسعود کے افغانستان کے دورے پر جانے کا وقت آیا تو بیگم مسعود نے اصرار کیا کہ انھیں بھی افغانستان وفد کے ہمراہ لے جایا جائے۔ سر راس مسعود نے علامہ اقبال سے مشورہ کیا تو آپ نے

تحریراً جواب دیا کہ:

''حکومتِ افغانستان اپنے تہذیبی و تعلیمی نظام کی تربیت کے لیے ہندوستان کے علماء کا جو وفد بلا رہی ہے اس کے ہمراہ ایک بے پردہ خاتون کے جانے کا افغانستان کے حکمرانوں پر جو اثر مرتب ہوگا وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں''۔ اس جواب کے بعد سر راس مسعود اپنی بیگم صاحبہ کو سفر میں ہمراہ نہیں لے گئے۔

(روزگارِ فقیر حصہ اوّل ص ١٦٧۔١٦٦)

١٩٠۴ء میں ''مخزن رسالہ'' میں ڈاکٹر اقبال کا ایک مضمون بعنوان ''قومی زندگی'' شائع ہوا تھا۔ اس میں آپ پردہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''عورتوں کے حقوق کے ضمن میں پردہ کا سوال غور طلب ہے کیونکہ کچھ عرصہ سے اس پر بڑی بحث ہو رہی ہے۔ بعض مسلمان جو مغربی تہذیب سے بہت زیادہ متاثر ہو گئے ہیں، اس دستور کے بہت مخالف ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ اور نیز حال کے دیگر اسلامی ممالک میں پردہ کی یہ صورت نہیں ہے جو آج کل ہندوستان میں ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں پردے پر بہت سخت زور دیا جانا اخلاقی وجوہ پر مبنی تھا۔ چونکہ اقوام ہندوستان نے اخلاقی لحاظ سے کچھ بہت زیادہ ترقی نہیں کی ہے۔ اس واسطے اس دستور کو یک قلم بند کر دینا میری رائے میں قوم کے لیے نہایت مضر ہوگا۔''

اب جب کہ مجموعی طور پر افراد معاشرہ کا اخلاقی معیار پہلے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ گر چکا ہے۔ علامہ اقبال اگر آج زندہ ہوتے تو یقیناً خواتین کو پردہ کی مبارک رسم پر کاربند رہنے کی نسبتاً زیادہ تلقین کرتے۔

پروین رضوی

کیا پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟

کیا پردہ ملک کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے؟ اس سوال کا فیصلہ کرنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ پردہ سے مراد کیا ہے؟ اس کے بغیر ہم اس کی غرض، اس کے فائدے اور اس کے نقصان کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ ترقی کیا ہے جسے ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اس کے بغیر ہم نہیں معلوم کر سکتے کہ پردہ اس میں حائل ہے یا نہیں۔

پردہ عربی زبان کے لفظ حجاب کا لفظی ترجمہ ہے۔ جس چیز کو عربی میں حجاب کہتے ہیں اسی کو فارسی اور اردو میں پردہ کہتے ہیں۔ حجاب کا لفظ سورۂ احزاب کی آیت ۵۳ میں آیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بے تکلف آنے جانے سے منع فرمایا تھا اور حکم دیا کہ اگر گھر کی خواتین سے کوئی چیز مانگنی ہو تو حجاب کی اوٹ سے مانگا کرو۔ اسی حکم سے پردے کے احکام کی ابتدا ہوئی، اور پھر جتنے احکام اس سلسلے میں آئے ان سب کے مجموعے کو احکامِ حجاب کہا جانے لگا۔ پردے کے یہ احکام سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ ان میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہیں، اپنے حسن اور آرائش کی نمائش نہ کرتی پھریں جس طرح زمانۂ جاہلیت کی عورتیں کرتی تھیں، گھروں سے باہر نکلنا ہو تو اپنے اوپر ایک چادر ڈال کر نکلیں اور بجنے والے زیور پہن کر نہ نکلیں، گھروں کے اندر بھی محرم مردوں اور غیر محرم مردوں کے درمیان امتیاز کریں، محرم مردوں اور گھر کے ملازموں اور میل جول کی عورتوں کے سوا کسی کے سامنے زینت کے ساتھ نہ آئیں (زینت کے وہی معنی ہیں جو ہماری زبان میں آرائش و زیبائش اور بناؤ سنگھار کے ہیں، اس میں خوشنما لباس، زیور اور میک اپ تینوں چیزیں شامل ہیں)

پھر محرم مردوں کے سامنے بھی عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈال کر رکھیں اور اپنا ستر چھپائیں۔ گھر کے مردوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ماں بہنوں کے پاس بھی آئیں تو اجازت لے کر آئیں تاکہ اچانک ان کی نگاہ ایسی حالت میں نہ پڑ جائے جب کہ وہ جسم کا کوئی حصہ کھولے ہوئے ہوں۔ یہ احکام ہیں جو خود قرآن حکیم میں دیے گئے ہیں اور انھی کا

نام ''پردہ'' ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تشریح کے دوران فرمایا کہ عورت کا پورا جسم ستر ہے سوائے چہرے، کلائی کے جوڑ تک ہاتھ اور ٹخنے تک پاؤں کے۔ عورت کو اپنا ستر محرم مردوں سے بھی چھپا کر رکھنا چاہیے اور ایسے باریک اور چست کپڑے نہیں پہننے چاہئیں جس سے جسم نمایاں ہو۔ نیز اپنے محرم مردوں کے سوا کسی اور مرد کے ساتھ تنہا رہنے سے عورتوں کو منع فرمایا اور محرم مردوں کے بغیر تنہا یا کسی غیر آدمی کے ساتھ سفر کرنے سے روک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو اس بات سے بھی منع فرمایا کہ وہ گھر کے باہر خوشبو لگا کر نکلیں۔ مسجد کے اندر نماز باجماعت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے لیے الگ جگہ مقرر فرمائی تھی اور اس بات کی اجازت نہ دی تھی کہ عورت مرد مل جل کر ایک صف میں نماز پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب مَرد اس وقت تک بیٹھے رہتے تھے جب تک عورتیں نہ چلی جاتیں۔ یہ احکام جس کا جی چاہے قرآن مجید کی سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب میں اور حدیث کی مستند کتابوں میں دیکھ سکتا ہے۔ آج جس چیز کو ہم پردہ کہتے ہیں اور اس میں چاہے عملی طور پر افراط و تفریط ہوگئی ہو لیکن اصول اور قاعدے سب وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پاک کی مسلم سوسائٹی میں جاری کیے تھے۔ اگرچہ میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر آپ کی زبان بند کرنا نہیں چاہتی مگر یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتی کہ آج ہمارے اندر یہ آواز اٹھنا کہ یہ ''پردہ ہماری ترقی میں رکاوٹ ہے'' ہماری دورخی ذہنیت کی کھلی علامت ہے۔ یہ آواز خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ ہے۔ اور اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری ترقی کے راستے میں روڑے اٹکا دیے ہیں۔ اگر واقعی ہم ایسا سمجھتے ہیں تو آخر ہم کیوں خواہ مخواہ مسلمان بنے ہوئے ہیں اور کیوں اُس خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے سے انکار نہیں کر دیتے جنہوں نے ہم پر ایسا ظلم کیا ہے۔ اس سوال سے یہ کہہ کر چھٹکارا حاصل نہیں کیا جا سکتا کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردے کا حکم ہی نہیں دیا ہے۔ میں ابھی عرض کر چکی ہوں کہ پردہ کس چیز کا نام ہے، اور اس کے تفصیلی احکام جس کا جی چاہے قرآنِ حکیم اور احادیث کی مستند کتب میں سے نکال کر دیکھ سکتا ہے۔ حدیث کی صحت سے کسی کو انکار بھی ہو تو قرآن کے کھلے کھلے احکام کو آخر وہ کہاں چھپائے گا۔ پردے کے یہ احکام جو اسلام نے ہم کو دیے ہیں ان پر تھوڑا سا بھی غور کیجیے تو سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اس کے تین بڑے بڑے مقصد ہیں:

۱-عورتوں اور مردوں کے اخلاق کی حفاظت کی جائے اور ان خرابیوں کا دروازہ بند کیا جائے جو مخلوط سوسائٹی میں عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول سے پیدا ہوتی ہیں۔

۲-عورتوں اور مردوں کا دائرۂ عمل الگ کیا جائے تاکہ فطرت نے جو فرائض عورت کے سپرد کیے ہیں انھیں وہ سکون کے ساتھ انجام دے سکے اور جو خدمات مرد کے سپرد کی ہیں انھیں وہ اطمینان کے ساتھ بجا لاسکے۔

۳-گھر اور خاندان کے نظام کو مضبوط اور محفوظ کیا جائے جس کی اہمیت زندگی کے دوسرے نظاموں سے کم نہیں، بلکہ کچھ بڑھ کر ہی ہے۔

خواتین وحضرات! میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ ٹھنڈے دل سے ان مقاصد پر غور کریں۔ اخلاق کا مسئلہ کسی کی نگاہ میں اہمیت نہ رکھتا ہو تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں، مگر جس کی نگاہ میں اس کی کوئی اہمیت ہو اسے سوچنا چاہیے کہ مخلوط سوسائٹی میں جہاں بن سنور کر عورتیں آزادانہ پھریں اور زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے ساتھ کام کریں وہاں اخلاق بگڑنے سے کیسے بچ سکتے ہیں اور کب تک بچ سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں یہ صورتِ حال جتنی بڑھتی جارہی ہے، جنسی جرائم بھی بڑھتے جارہے ہیں اور ان کی خبریں آپ آئے دن اخبارات میں پڑھ رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ ان خرابیوں کا اصل سبب پردہ ہے، جب پردہ نہ رہے گا تو لوگوں کا دل عورتوں سے بھر جائے گا، بالکل غلط ہے۔ جہاں پوری بے پردگی تھی وہاں لوگوں کے دل نہ بھرے اور ان کی خواہشات کے تقاضوں نے عریانی تک نوبت پہنچائی، پھر عریانی سے بھی دل نہ بھرے اور کھلی کھلی جنسی آوارگی تک نوبت پہنچی اور اب جنسی آوارگی کے کھلے لائسنس سے بھی دل نہیں بھرا ہے اور آج بھی کثرت سے جرائم ہو رہے ہیں جن کی رپورٹیں امریکہ، انگلستان اور دوسرے ملکوں کے اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔ کیا یہ کوئی قابل اطمینان حالت ہے؟ یہ صرف اخلاق ہی کا سوال نہیں ہے ہماری پوری تہذیب کا سوال ہے۔ مخلوط سوسائٹی جتنی بڑھ رہی ہے عورتوں کے لباس اور بناؤ سنگھار کے اخراجات بھی بڑھ رہے ہیں۔ اس کے لیے جائز آمدنیاں ناکافی ثابت ہو رہی ہیں اور رشوت، غبن اور دوسری حرام خوریاں بڑھتی جارہی ہیں۔ حرام خوریوں نے ہماری ریاست کے پورے نظام کو گھن لگا دیا ہے اور کوئی قانون ٹھیک طرح سے نافذ ہونے ہی نہیں پاتا۔ پھر یہ بھی

سوچنے کے قابل بات ہے کہ جن کو اپنی خواہشات کے معاملہ میں ڈسپلن کی عادت نہ ہو، وہ دوسرے کے معاملے میں ڈسپلن کے پابند کیسے ہو سکتے ہیں۔ جو شخص اپنے گھر کی زندگی میں وفادار نہ ہو اُس سے اپنی قوم اور ملک کے معاملہ میں وفاداری کی توقع کہاں تک کی جاسکتی ہے۔

عورت اور مرد کا دائرۂ عمل الگ کرنا خود فطرت کا تقاضا ہے۔ فطرت نے ماں بننے کی خدمت عورت کے سپرد کر کے آپ ہی بتا دیا ہے کہ اس کے کام کی اصل جگہ کہاں ہے اور باپ بننے کا فرض مرد کے ذمے ڈال کر خود اشارہ کر دیا ہے کہ اسے کن کاموں کے لیے مادری فرائض کے بھاری بوجھ سے سبکدوش کیا گیا ہے۔ دونوں قسم کی خدمات کے لیے عورت اور مرد کو الگ الگ نفسیات دی گئی ہیں۔ فطرت نے جسے ماں بننے کے لیے پیدا کیا ہے اسے صبر و تحمل بخشا ہے، اس کے مزاج میں نرمی پیدا کی ہے، اس کو وہ چیز دی ہے جسے ماتا کہتے ہیں۔ وہ ایسی نہ ہوتی تو ہم اور آپ پل کر بخیریت جوان نہ ہو سکتے تھے۔ یہ کام جس کے ذمہ ڈالا گیا ہے اس کے لیے وہ کام موزوں نہیں ہیں جن کے لیے سختی اور سخت مزاجی کی ضرورت ہے۔ وہ کام اسی کے لیے موزوں ہیں جسے ماں بننے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے اور جسے ان ذمہ داریوں سے آزاد رکھا گیا ہے جو ماں بننے کا لازمہ ہیں۔

آپ اس تقسیم کو مٹانا چاہتے ہوں تو پھر یہ فیصلہ کر لیجیے کہ اب دنیا کو ماؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی ہی مدت نہ گزرے گی کہ انسان ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے بغیر ہی ختم ہو جائے گا۔ لیکن اگر یہ فیصلہ بھی آپ نہیں کرتے اور عورت اور مرد کی ذمہ داریوں کی تقسیم کو مٹانا چاہتے ہیں تو یہ عورت کے ساتھ بہت بڑی بے انصافی ہے کہ اس پورے بوجھ کو بھی اٹھائے جو فطرت نے ماں بننے کے سلسلہ میں اس پر ڈالا ہے اور جس میں مرد ایک رتی برابر بھی اس کے ساتھ کوئی حصّہ نہیں لے سکتا اور پھر وہ مرد کے ساتھ آکر سیاست، معیشت اور عسکری نوعیت کے کاموں میں بھی برابر کا حصّہ لے۔

خدا کے لیے ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیے! انسانیت کی خدمت میں آدھا حصّہ تو وہ ہے جسے پورے کا پورا عورت سنبھالتی ہے، کوئی مرد اس میں ذرہ برابر بھی اس کا بوجھ نہیں بٹا سکتا۔ باقی آدھے میں سے آپ کہتے ہیں کہ آدھا بار اس میں سے بھی عورت اٹھائے۔ گویا تین چوتھائی

عورت کے ذمہ پڑا اور مرد کے ذمہ ایک چوتھائی۔ کیا یہ انصاف ہے؟ عورت بے چاری اس ظلم کو خوشی خوشی برداشت کرنے بلکہ لڑ جھگڑ کر اپنے اوپر لینے کے لیے اس وجہ سے مجبور ہوئی کہ آپ نے عورت ہوتے ہوئے، عورت کی جگہ کام کرتے ہوئے اسے عزت دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے بچوں والی کا مذاق اڑایا، آپ نے گھر گھرہستن کو ذلیل قرار دیا۔ آپ نے ان ساری خدمات کو گھٹیا درجہ دیا جو وہ خاندان کے لیے انجام دیتی تھی اور جن کی انجام دہی آپ کی سیاست، معیشت اور جنگ کے لیے بلاواسطہ مفید نہ تھی۔ مجبوراً وہ غریب عزت اور قدر و منزلت کی تلاش میں ان کاموں کے لیے آمادہ ہوئی جو مرد کے کرنے کے تھے۔ کیونکہ مرد بنے بغیر اور مردانہ خدمات انجام دیے بغیر آپ اسے عزت دینے کو تیار نہ تھے۔ اسلام نے اس پر یہ مہربانی کی تھی کہ عورت رہتے ہوئے اور زنانہ خدمات ہی انجام دیتے ہوئے اس نے اسے پوری عزت مرد کے برابر بلکہ ماں ہونے کی حیثیت سے مرد سے کچھ بڑھ کر ہی دی۔ اب آپ کہتے ہیں کہ یہ چیز ''ترقی'' میں حائل ہے۔ آپ کو اصرار ہے کہ عورت ماں بھی بنے اور مجسٹریٹ بھی، اور پھر ناچ گا کر مردوں کا دل بہلانے کے لیے بھی وقت نکالے۔ آپ اس پر اتنا بوجھ ڈالتے ہیں کہ وہ کسی خدمت کو بھی بخوبی انجام نہیں دے سکتی۔ آپ اسے وہ کام دیتے ہیں جن کے لیے وہ پیدا نہیں کی گئی، آپ اسے اس میدان میں کھینچ لاتے ہیں جہاں وہ مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی، جہاں مرد اس سے آگے ہی رہے گا۔ جہاں عورت کو اگر داد ملے گی بھی تو نسوانیت کی رعایت سے ملے گی یا پھر کمال کی نہیں بلکہ جمال کی ملے گی۔ یہ آپ کے نزدیک ''ترقی'' کے لیے ضروری ہے۔

گھر اور خاندان جن کی اہمیت کو آپ ''ترقی'' کے جوش میں بھول گئے ہیں، دراصل وہ کارخانوں کی نسبت ترقی کے لیے کچھ کم ضروری تو نہیں ہیں! ان کارخانوں کے لیے جن صفات اور نفسیات اور قابلیتوں کی ضرورت ہے وہ فطرت نے سب سے بڑھ کر عورت کو دی ہیں۔ ان کو چلانے کے لیے جن خدمات اور محنتوں اور مشقتوں کی ضرورت ہے ان کا زیادہ سے زیادہ بوجھ فطرت نے عورت پر ہی ڈالا ہے اور ان کارخانوں میں کرنے کے کام بہت ہیں۔ کوئی فرض شناسی کے ساتھ ان کاموں کو کرنا چاہے جیسا کہ ان کا حق ہے تو اسے سر کھجانے کی مہلت نہ ملے۔ پھر اُن کو

جتنی زیادہ قابلیت، سلیقے اور دانش مندی کے ساتھ چلایا جائے اتنے ہی زیادہ اعلیٰ درجے کے انسان تیار ہو سکتے ہیں اور اس کے لیے عورت کو زیادہ سے زیادہ عمدہ تعلیم و تربیت دینے کی ضرورت ہے۔

ان کارخانوں کو سکون و اطمینان اور اعتماد کے ساتھ چلانے کے لیے اسلام نے پردے کا ڈسپلن قائم کیا تھا تاکہ عورت یہاں پوری دل جمعی کے ساتھ اپنا کام کر سکے، عورت کی توجہ غلط سمتوں میں نہ بٹے اور مرد بھی پوری طرح مطمئن ہو کر زندگی کے اس شعبہ کو اُس کے ہاتھوں میں چھوڑ دے۔ اب آپ ''ترقی'' کی خاطر اس ڈسپلن کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے ختم ہو جانے کے بعد دو کاموں میں سے ایک کام آپ کو بہر حال کرنا ہوگا، یا تو عورت کو ہندو تہذیب اور پرانی عیسائی و یہودی تہذیب کی پیروی کر کے غلام بنا دیجیے تاکہ خاندانی نظام بکھرنے نہ پائے، یا پھر اس کے لیے تیار ہو جایئے کہ انسان بنانے کے کارخانے تباہ و برباد ہو کر جوتے اور پستول بنانے کے کارخانے آباد ہوں۔ میں آپ سے صاف کہتی ہوں کہ اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ اسلام جو مکمل قانونی اور معاشی حقوق عورت کو دیتا ہے انھیں برقرار رکھتے ہوئے آپ اسلام کے بنائے ہوئے ڈسپلن کو توڑ دیں اور پھر آپ کا خاندانی نظام برباد ہونے سے بچا رہ جائے۔ ترقی کا جو معیار بھی آپ کے سامنے ہو اسے نگاہ میں رکھ کر طے کر لیجیے گا کہ آپ کیا کھونا چاہتے ہیں اور کیا پانا چاہتے ہیں۔

''ترقی'' بہت وسیع لفظ ہے، اس کا کوئی ایک ہی مقرر مفہوم نہیں ہے۔ مسلمان ایک زمانے میں خلیجِ بنگال سے لے کر اٹلانٹک تک حکمران رہے ہیں۔ سائنس اور فلسفے میں وہ دنیا کے استاد تھے۔ تہذیب و تمدن میں کوئی دوسری قوم ان کی ہمسر نہ تھی۔ معلوم نہیں کہ اس چیز کا نام کسی کی لغت میں ترقی ہے یا نہیں۔ اگر یہ ترقی تھی تو میں عرض کروں گی کہ یہ ترقی اس معاشرے نے کی تھی جس میں پردے کا رواج تھا۔ اسلامی تاریخ بڑے بڑے اولیاء، مدبرین، علماء، حکماء اور مصنفین و فاتحین کے ناموں سے بھری پڑی ہے۔ یہ عظیم الشان لوگ جاہل ماؤں کی گودوں میں پل کر تو نہیں نکلے تھے۔ خود عورتوں میں بھی بڑی بڑی عالمہ اور فاضلہ خواتین کے نام ہم کو اسلامی تاریخ میں ملتے ہیں۔ وہ علوم و فنون اور ادب میں کمال رکھتی تھیں۔ پردے نے اس ترقی سے مسلمانوں کو نہیں روکا تھا اور آج بھی

اس طرز کی ترقی ہم کرنا چاہیں تو پردہ ہمیں اس سے نہیں روکتا۔ ہاں البتہ اگر کسی کے نزدیک ترقی بس وہی ہے جو اہلِ مغرب کی ہے تو بلاشبہ اس میں پردہ بری طرح حائل ہے۔ پردے کے ساتھ وہ ترقی ہمیں یقیناً حاصل نہیں ہوسکتی۔ مگر یہ بات نہ بھول جایئے کہ مغرب نے یہ ترقی اخلاقی اور خاندانی نظام کو خطرے میں ڈال کر کی ہے۔ وہ عورت کو اس کے دائرۂ عمل سے نکال کر مرد کے دائرۂ عمل میں لے آیا ہے۔ اس طرح اس نے اپنے دفتر اور کارخانے چلانے کے لیے دگنے ہاتھ تو حاصل کر لیے اور بظاہر بڑی ترقی کر لی مگر گھر اور خاندان کا سکون کھو دیا۔ آج بھی اگر وہاں گھر آباد ہیں تو صرف گھر ہستن عورتوں کی بدولت۔ مردوں کے ساتھ کمانے والی عورتیں کہیں بھی گھر کا نظام نہیں چلا رہیں ،اور نہ چلا سکتی ہیں۔ ان کے نکاح طلاقوں پر ختم ہو رہے ہیں، ان کے بچے تباہ ہو رہے ہیں، ان کے لیے ٹھکانا اگر ہے تو کلب میں یا ہوٹل میں، گھر ان کے لیے سکون کی جنت نہیں رہے۔ بہتر انسان تیار کرنے کا کام انھوں نے چھوڑ دیا ہے اور ایسے مشاغل اختیار کر لیے ہیں جس سے مرد کی ہوس کی تسکین بھی ہو رہی ہے اور معاشی میدان میں بھی مرد ہی کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اس ترقی پر کوئی ریجھتا ہے تو ریجھے!

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نا زن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

(اقبال)

ثریا بتول علوی

اسلام عورتوں کا سب سے بڑا محسن ہے!

اے اسلام! عورت ہونے کی حیثیت سے کسی معاشرے، کسی دین یا کسی تہذیب نے مجھے نمایاں مقام عطا نہ کیا۔ میری پیدائش منحوس سمجھی گئی، مجھے ہمیشہ مرد کا غلام تصور کیا گیا، میں وراثت اور زندگی کے حقوق سے محروم تھی، مرد مجھے اپنی خواہشات کا کھلونا سمجھتا رہا، مجھے دلفریب برائی، غارت گر دلربائی، خانگی آفت، پیدائشی فتنہ، سراپا معصیت اور بنی نوع انسان میں فساد و گناہ کی بنیاد قرار دیا گیا۔ مجھ مظلوم پر کسی کو ترس نہ آیا۔ میری عزت و ناموس لٹ چکی تھی، مگر اے اسلام، تو نے مجھ جیسی بے کس اور مظلوم عورت پر کئی احسانات کیے:

☆ تو نے مرد کی مانند میرے حقوق بھی مقرر کیے اور ان کی ادائیگی مرد پر لازمی قرار دی۔

☆ مجھے وراثت سے حصہ دلایا۔

☆ مجھے مہر، نفقہ اور حسن سلوک کا حق عطا فرما کر مجھے گھر کی باوقار مالکہ بنایا۔

☆ میری پرورش کو باعثِ رحمت اور جنت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا۔

☆ مجھے تعلیم و تربیت کے حقوق عطا فرمائے۔

☆ میری عزت و ناموس کی حفاظت کی، مجھے بیرونی ذمہ داریوں سے دست کش قرار دیا اور پیارے سے گھر کو میری جدوجہد کا مرکز قرار دے کر مجھے ہر قسم کی آوارگی اور افراط و تفریط سے محفوظ کر دیا۔

☆ مجھے مرد کے ظلم و ستم کے مقابلے میں اپنا حقِ خلع استعمال کرنے کی اجازت دی۔

اس طرح مجھ پر ایک عورت کی حیثیت سے اے اسلام! تو نے بے شمار احسانات کیے۔

شرعی پردے کے لیے ایک قابلِ تقلید مثال

(تنظیم اسلامی حلقہء خواتین' کراچی کی ایک رفیقہ کا اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے نام خط جو بہت سی دوسری خواتین کے لیے مینارۂ نور بن سکتا ہے۔)

محترم بھائی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا اور ہمیں کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھنا نصیب فرمایا۔ دیکھا جائے تو یہ کلمہ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک معاہدہ ہے جس کی رو سے ہم پابند ہیں کہ اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند و ناپسند کو فوقیت دیں۔ اس کلمے کو زبان سے ادا کرنے کے بعد ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکامات کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں اور ان کو بجالانے کی حتی الامکان کوشش کریں، چاہے ہمارا نفس انھیں پسند کرے یا ہمیں اپنے اوپر جبر کرنا پڑے، چاہے ان کی بجا آوری آسان ہو یا اس کے لیے ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے، چاہے ان احکامات پر عمل کرنے کی وجہ سے ہمارے رشتے دار ہم سے ناراض ہی کیوں نہ ہو جائیں اور چاہے زمانے اور برادری کا رواج ان کے بالکل برعکس ہی کیوں نہ ہو۔

محترم بھائی! جب سے میں نے تنظیمِ اسلامی میں شمولیت اختیار کی ہے مجھ پر یہ بات واضح ہوتی چلی گئی کہ قرآنِ حکیم کی رُو سے ایک مسلمان عورت پر پردہ لازم ہے۔

کون سا پردہ؟ رواجی نہیں، بلکہ شرعی پردہ! ان تعلیمات پر اب تک عمل نہ کرکے میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مجرم سمجھتی رہی ہوں۔ گو کہ اس سلسلے میں ایک رکاوٹ حالات کی عدم موافقت تھی لیکن اصل سبب میری اپنی کم ہمتی تھی۔

ایک حدیثِ قدسی کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! تو دنیا کو راضی کرنے کی خاطر مجھے ناراض کر دیتا ہے اور دنیا بھی تجھ سے راضی نہیں ہوتی۔ اگر تو مجھے راضی کرنے کے لیے دنیا کی ناراضگی کی پروانہ کرے تو میں راضی ہوں گا ہی دنیا بھی تجھ سے راضی ہو جائے گی۔ چنانچہ اب میں نے عزمِ مصمم کر لیا ہے کہ حالات چاہے کیسے بھی ہوں میں اپنے رب

کومزید ناراض نہیں کروں گی، کیونکہ ہم میں سے ہر ایک کو مرنے کے بعد اللہ کے حضور انفرادی طور پر اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ وہاں کوئی بھائی کسی بہن کے کام آئے گا نہ کوئی باپ اپنی بیٹی کے۔ میں چاہتی ہوں کہ روزِ محشر جب میرا محاسبہ ہو تو میں عرض کر سکوں کہ یا اللہ! تیرے دین کی خاطر جو کچھ بھی میرے بس میں تھا میں نے کیا۔ جہاں جہاں میرا اختیار تھا وہاں وہاں میں نے تیرے احکامات پر عمل کرنے کی امکان بھر کوشش کی تھی۔

مجھے احساس ہے کہ میرا یہ فیصلہ آپ کے لیے بہت ہی حیران کن اور بعض معاملات میں مشکلات کا باعث ہوگا لیکن یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی میں ہمارے لیے دنیا و آخرت کی فلاح مضمر ہے۔

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلٰی دِیْنِكَ ۔۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ

والسلام مع الاکرام

آپ کی دینی بہن

انجمن خدام القرآن

انجمن خُدّامُ القُرآن

کے قیام کا مقصد

منبعِ ایمان ــــ اور ــــ سرچشمۂ یقین

قرآنِ حکیم

کے علم و حکمت کی

وسیع پیمانے ــــ اور ــــ اعلیٰ علمی سطح

پر تشہیر و اشاعت ہے

تاکہ اُمتِ مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدیدِ ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے

اور اس طرح

اسلام کی نشاۃِ ثانیہ ــ اور ــ غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی

کی راہ ہموار ہو سکے

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللهِ